POETRY OF HUSSAIN KHAN KHALIL

حد نظر ہو جب چمن سوختہ کا حال
آہ پھر کیوں نہ نکلے دل ویران سے

دیوانِ خلیل

اُسے شایاں نہیں کہ کرے اک ہی خنجر سے وار مکرر
زخم دینے کی جسے ترکیب ہزار آئے

حسین خان خلیل

by Ghulam Hussain

انتباہ

میں نے اپنی یہ کتاب دیوان خلیلؔ انٹرنیٹ کی مختلف سائٹس پر اپ لوڈ کی ہے تا کہ کوئی بھی اسے پڑھ سکے۔۔کسی بھی شخص ،ادارے،کمپنی یا ویب سائٹ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنی سائٹ پر یا پیج پر اپ لوڈ کرے۔ایسا کرنے والوں کے خلاف سائبر کرائم کے تحت کاروائی کی جائے گی۔۔۔

اسی طرح کسی شخص یا پبلشر یا اشاعتی ادارے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کتاب کو منافع کمانے کے لئے بغیر میری اجازت کے چھاپے یا پبلش کرے۔ایسا کرنے والوں کے خلاف سخت قانونی کاروائی کی جائے گی۔۔۔

فلمسازوں اور گلوکاروں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ میری کسی بھی غزل یا نظم کو گانے کے لیے استعمال کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لیں اور میری رضامندی حاصل کریں۔۔

(غلام حسین)

حسین خان خلیلؔ

دیوانِ خلیلؔ

اک شاخِ بریدہ ہے بہار کے شجر کی
دیوانِ خلیلؔ سے آتی ہے مہک خونِ جگر کی

حسین خان خلیلؔ

غلام حسین

کتاب کا نام .... دیوان خلیل

سال اشاعت .... 2013 پاکستان

شاعر .... حسین خان خلیل
(غلام حسین)

شناختی کارڈ نمبر 38403-2627474-5 Pakistan

ای میل ایڈریس .... khalil.poet786@gmail.com

فیس بک ایڈریس https://www.facebook.com/hussainpoet

فیس بک پیج https://www.facebook.com/hussain.khan.khalil/

ویب سائٹ https://khalil786poet.blogspot.com/

فہرست

شمار	نظم	صفحہ
•	دیباچہ	13
1	سوچتا ہوں کہ بھلا ہی دوں اک آزار ہو تم	15
2	دست صیاد مقدر میں جب فہرستِ شکار آئے	17
3	دیکھ کر تمہیں دل پھر بے قرار ہوا ہے	18
4	دل میں ہو اگر غم تو چہرے پہ نکھار کیوں آئے	20
5	حسین صورت دلربا کیوں نہ ہو	21
6	غم آدمی کو ایسے کھا جاتے ہیں	23
7	گھری رہی میری کشتی سدا طوفانوں میں	24
8	یہ پوچھا نہ تم نے کہ کیا حالت تمہاری ہے	25
9	پہاڑ اور سنگ	26
10	عشق نام نہیں ہے حسن کے آسمان کا	29
11	پایا ہر دکھ اور کھائیں ٹھوکریں در در کی	30
12	تُو اک اختر درخشاں ہے آسمان کا	33
13	رہی اپنے حالات کی تو وہی تصویر	35
14	دیکھ تو آ کے حال دل بے قرار کا	37

دعا بہار کی کوئی نہ مانگے کہ یہاں
خزاں بھی چلی آتی ہے بہار کے ساتھ

دیباچہ

میرا اصل نام غلام حسین ہے لیکن ادبی دنیا میں مَیں حسین خان خلیلؔ کے نام سے مشہور ہوں۔ خلیلؔ شاعری میں میرا تخلص بھی ہے اور پٹھانوں میں میرا قبیلہ بھی۔ اس کا مطلب ہے سچا دوست۔

میرے آباؤ اجداد افغانستان کے صوبہ قندوز سے ہجرت کر کے برصغیر میں آئے۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے ہر آدمی کے خواب زندگی میں کسی وقت ضرور ٹوٹ کر بکھرتے ہیں۔ عام آدمی تو وقت کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو قبول کر لیتا ہے لیکن وہ لوگ جو شاعرانہ مزاج رکھتے ہیں اور حساس ہوتے ہیں وہ خوابوں کے ان بکھرے اجزا کو اشعار میں ڈھال کر بالآخر دیوان کی صورت میں یکجا کر لیتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں میری شاعری دکھی دل کی ترجمان ہے ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا ہے۔ میں نے نازک انسانی احساسات اور جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ ضروری نہیں کہ جو کچھ شاعر لکھے وہ اس پر بیتی ہو۔ بہت سی غزلیں میں نے ان حالات و واقعات سے متاثر ہو کر لکھیں جو دوسروں کو پیش آئے۔ مثال کے طور پر اپنی غزل۔۔ ''اب چہرے پہ وہ پہلے کی سی شگفتگی نہیں رہی''۔۔ میں نے ایک فقیر کے درد کو محسوس کر کے لکھی۔ اسی طرح ''محبّ دوستوں کی محفل میں'' اور ''ایک ہمدرد اور شاعر'' بھی دراصل

ہمارے معاشرے کی عام کہانیاں ہیں جن کو میں نے اپنے انداز میں لکھا ہے۔ میری ساری نظمیں غزلیں رومانی یا عشقیہ نہیں ہیں۔ میں نے بہت سے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور رومانس سے ہٹ کر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ جیسے ''انسان خدا اور ابلیس'' اور اس طرح تصوف پر ''جب تیرا خیال رگ جان ہو جائے گا'' اور ''مرید و مرشد''۔۔ میں نے کچھ نئے تجربات بھی کیے ہیں جیسے ''کف افسوس میں اوج خط تقدیر کہاں''۔

میرے لکھنے کا اپنا انداز ہے اور میں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ میری شاعری میں ہر قاری گہرا درد محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے گا۔ میں نے بہت محنت سے دل کو چھو دینے والے اشعار لکھے ہیں۔ میری یہ محنت برسوں پر محیط ہے۔ ہر پڑھنے والے کو لگے گا کہ جیسے میں نے اس کے جذبات کی عکاسی کی ہے۔ فقراء ہمارے معاشرے کے وہ لوگ ہیں جنہیں دنیا حقارت سے دیکھتی ہے۔ جبکہ یہ ہمدردی کے اصل مستحق ہیں۔ میں نے فقیروں کے لیے خاص طور پر مکالمہ لکھا ہے۔ ''جواں سال فقیر، عمر رسیدہ فقیر اور درویش'' اس میں ان کے حالات اور درد کو خوبصورتی اور باریک بینی سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

حسین خان خلیلؔ
(غلام حسین)

سوچتا ہوں کہ بھلا ہی دوں اک آزار ہو تم
پر کیا کروں کہ دل ناداں کا قرار ہو تم

کبھی سمجھتا ہوں کہ بس تم ہی ہو چراغ منزل
کبھی لگتا ہے کہ راہ کی دیوار ہو تم

کیا معلوم تھا کہ بچھڑیں گے یوں اک دن
اِدھر اداس ہیں ہم اُدھر بے قرار ہو تم

بجھا کر چراغ زیست جلائی شمع غم
اک طوفاں ہو تم اک شرار ہو تم

کبھی سمجھتا ہوں کہ ہو بس راکھ کا اک ڈھیر
کبھی لگتا ہے کہ گوہر آبدار ہو تم

ایسی صورت میں امکانِ حصول منزل نہیں جب
میں بھی ہوں بے بس اور بہت ناچار ہو تم

عمر گزاری ہے تیری جستجو میں
میرے شب و روز کا انتظار ہو تم

کبھی سمجھتا ہوں کہ پھولوں کی سیج ہے تیرا وجود
کبھی لگتا ہے کہ بس اک دار ہو تم

تیرے دیدار سے ہوئی ہے روشن ماضی کی تصویر
کتنی بھولی ہوئی یادوں کا احضار ہو تم

تیری جستجو میں کی زندگی برباد
اس سودائے زیاں کے بس خریدار ہو تم

کبھی سمجھتا ہوں تمہیں ہر زخم کا مرہم
کبھی لگتا ہے کہ تیغ تابدار کا وار ہو تم

بس تیرے ساتھ سے ہی لگے گی پار
میرے دل کی نئیا کا پتوار ہو تم

تیرا دم ہے میری عمر بھر کی جستجو
میرے دن کی فریاد میری رات کی پکار ہو تم

کبھی سمجھتا ہوں کہ بس تم ہی ہو میری جیت
کبھی لگتا ہے کہ جیسے میری ہار ہو تم

لوگ کہتے ہیں کہ اجڑ گیا کر کے عشق خلیلؔ
پر کون جانے کہ چمن دل کی بہار ہو تم

☆☆☆☆☆

دست صیاد مقدر میں جب فہرست شکار آئے
بس اک میرا نام ہی نگاہِ عتاب میں بار بار آئے

اُسے شایاں نہیں کہ کرے اک ہی خنجر سے وار مکرر
زخم دینے کی جسے ترکیب ہزار آئے

یہاں من کی راہوں میں بھی ٹھوکریں ہیں ہر قدم پر
کوچۂ دل سے بھی ہو کر ہم بے قرار آئے

کبھی کامیاب نہ ہوئی کوئی تدبیر کوئی کاوش
چلے جب بھی جانبِ منزل ہو کر خوار آئے

صدیوں پر محیط ہے یہ ویرانگی یہ تنہائی
اس اجڑے ہوئے چمن میں جانے کب بہار آئے

بھلا کیونکر پا سکے وہ بدنصیب کبھی منزل
ہر قدم پر راہ میں جس کے کوئی دیوار آئے

دست آرزو میں ہے تمنا کی لاش
وہی چھن جائے جس پہ اس دل کو پیار آئے

کبھی جھیل جاتا ہے انسان بڑے سے بڑا دکھ
کبھی چھوٹی سی بات پر آنکھ میں آنسو لگاتار آئے

خزاں رسیدہ ہیں امید کے سب شجر
مدت ہوئی ان میں برگ و بار آئے

بے وفا ہیں سب یہاں کسے آزمائیں
اب کسی پہ نہ مجھ کو اعتبار آئے

☆☆☆☆☆

دیکھ کر تمہیں دل پھر بے قرار ہوا ہے
کتنی امیدوں کتنی حسرتوں کا دیدار ہوا ہے

اک پھول سا کھلا ہے جیسے من میں
کوئی خار جگر کے پار ہوا ہے

ٹوٹا تھا جو ناطۂ جنوں کبھی اے دلربا
آج پھر وہی رشتہ استوار ہوا ہے

ہم تو سمجھے تھے کہ بھول گئے تم کو
پھر وہی عشق من میں بیدار ہوا ہے

پوچھو نہ جوشِ الفت بس دیکھو میرا حال
ہزار جان سے دل تم پر نثار ہوا ہے

رُت ہی بدل گئی تیری آمد سے
ہر طرف جیسے دورِ بہار ہوا ہے

اک شعلہ سا بھڑکا ہے من میں
کتنی بھولی ہوئی یادوں کا احضار ہوا ہے

عالمِ فکر و خیال میں ہے بس تو ہی تو
اسی لئے تو لبِ گفتار گوہربار ہوا ہے

آرزوئے وصل تھی پر نصیب اپنا کہ
ہم سفر تیرے قافلے کا غبار ہوا ہے

کوئی حد نہیں عالم بیقراری کی
بس قطرہ بھر اظہار ہوا ہے

گلے پڑی قیس و کوہکن سی بدنامی
خلیلؔ بھی رسوا سرِ بازار ہوا ہے

☆☆☆☆☆

دل میں ہو اگر غم تو چہرے پہ نکھار کیوں آئے
جہاں ہو خزاں کا بسیرا وہاں باد بہار کیوں آئے

یہاں جل کر ہر چیز ہوئی ہے راکھ
اس اجڑے ہوئے چمن میں اب بہار کیوں آئے

ہو جس کے نصیب میں منزل اُسے دشواری کیسی
راہ میں اس کی پھر کوئی دیوار کیوں آئے

یہ عرفان ہوا درد کی انتہا پر
کہ مجنوں صحرا میں ہو کر ناچار کیوں آئے

آہ کہ دامن آرزو ہو جس کا تار تار
دل میں اس کے خیالِ افتخار کیوں آئے

جس کے مقدر میں ہو دریا بُرد ہونا
ہاتھ میں اس کے پھر پتوار کیوں آئے

قعرِ دریا سے موتی کا حصول ممکن
راکھ کے ڈھیر میں گوہر آبدار کیوں آئے

لگ سکتی نہیں آگ گلخن آرزو میں
گر خاشاک ہی ہو پرنم تو نار کیوں آئے

عمر بھر کا درد لکھا ہو جس کے نصیب میں
زندگی میں پھر بھلا اسے کبھی قرار کیوں آئے

بن کر خدا کا بندہ پھیلایئے دامن سوال
لبِ فلک پہ پھر حرف انکار کیوں آئے

☆☆☆☆☆

حسیں صورت دل ربا کیوں نہ ہو
جسے چاہے ہر کوئی وہ بیوفا کیوں نہ ہو

دل میں ہے تیرے پیار کا غم
درد پھر صبر آزما کیوں نہ ہو

سر بازار اٹھا دی ہو جس نے اپنی نقاب
اس کے حسن کا پھر چرچا کیوں نہ ہو

جس کی اداؤں پہ مرتا ہو زمانہ
ہر دم اسے پھر فکر بقا کیوں نہ ہو

ہوئی ہے ہم میں تم میں جدائی
خانۂ دل میں پھر آہ و بکا کیوں نہ ہو

نہ کی کبھی عبادت یہ ہے عشق کی سعادت
خدا پھر آدمی سے خفا کیوں نہ ہو

پکڑ بے گناہ کی کبھی ہوتی نہیں
آدمی مجرم ہو تو سزا کیوں نہ ہو

جوش دل نہ ہو تو صدا بے دم
یوں ہو تو نالہ نارسا کیوں نہ ہو

زخمِ عشق یوں تو لا علاج ہے لیکن
تو ملے تو پھر شفا کیوں نہ ہو

☆☆☆☆☆

غم آدمی کو ایسے کھا جاتے ہیں
جیسے ٹوٹ کر ڈالی سے پھول مرجھا جاتے ہیں

گُلِ پژمردہ کی وقعت ہی کیا
راہی پاؤں تلے دبا جاتے ہیں

جب چہرے پہ شگفتگی نہ رہے
چاہنے والے بھی پھر نظریں چرا جاتے ہیں

جن کے پیار میں تڑپتا ہے دل
وہی دل پر ستم ڈھا جاتے ہیں

جب بھی آتی ہے تیری یاد
دل پہ غم کے بادل چھا جاتے ہیں

روئے افسردہ پر کوئی نظر ٹھہرتی نہیں
تازہ شگوفے دل لبھا جاتے ہیں

کہتے تو ہیں ہم گو کہ سب کچھ
بہت کچھ پھر بھی دبا جاتے ہیں

زندگی میں جنہیں کوئی غم نہ ہو
ہر طوفان سے وہ ٹکرا جاتے ہیں

یہاں کیا سب نے حال دل بیان
ہم بھی اپنی بپتا سنا جاتے ہیں

☆☆☆☆☆

گھری رہی میری کشتی سدا طوفانوں میں
جسے سمجھتا ہوں میں ساحل وہ ساحل نہیں ہوتا

چپ رہنے سے بھی ملتی نہیں منزل
اور تڑپنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا

درد جاتا نہیں میری کسی چوٹ کا
لگتا ہے مجھے جو بھی زخم وہ کبھی مندمل نہیں ہوتا

☆☆☆☆☆

یہ پوچھا نہ تم نے کہ کیا حالت تمہاری ہے
پیشِ نظر تمہیں تو بس اپنی بے قراری ہے

راہ منزل کہیں مل سکی نہ اے دوست
ہم نے چھان ماری یہ دنیا ساری ہے

نہ میں کاتبِ نصیب ہوں نہ تم
جدا رہنا ہی شاید تقدیر ہماری ہے

غم ایسا ملا کہ سر اٹھ نہ سکے
کھائی ہے جو ضرب وہ بہت کاری ہے

انتہائے الفت پوچھ نہ مجھ سے اے صنم
جاں سے بھی زیادہ تو مجھے پیاری ہے

کتنے اچھے تھے وہ دن جب ملتے تھے ہم تم
اب تو شب و روز کہ آہ و زاری ہے

یہ دکھ ہے کہ منزل کے قریب پہنچ کر
ہم نے بازی جیتی ہوئی ہاری ہے

سوچا تھا کیا ہم نے تم نے

پر نصیب اپنا کہ ہوئی خواری ہے

تارِ وصل ہے بس اب اک یہی تڑپ
یہی لاجِ نیم بسمل یہی پاسداری ہے

چاکِ گریباں سلے نہ کہ راہِ منزل ملے نہ
رہنما ہے کون یہاں تو ہر کوئی شکاری ہے

☆☆☆☆☆

پہاڑ اور سنگ

پہاڑ

نہیں درماندہ ہزار ہا سال کے قیام سے
ازل سے ہے میرا وجود دوام سے

ہیبت ہے ایسی میرے وجودِ عظیم کی
ہر بلا ہر آفت ڈر گئی میری نمود و نام سے

اُڑتے ہوئے بادلوں کا مسکن ہوں میں
روک لیتا ہوں ہر طوفان کو بڑے آرام سے

میرے دوش پہ کڑکتی ہیں بجلیاں
مجھے خوف نہیں دہر کے کسی دام سے

حوادثِ زمانہ نے کیں ہزار ہا وادیاں برباد
پر ہٹا نہ سکا کوئی طوفان مجھے اپنے مقام سے

روزِ آفرینش سے جواں ہوں میں
کوئی ضرر نہیں مجھے گردشِ صبح و شام سے

سنگ

ندی کے کنارے ٹھہر کر

اُکتا گیا ہوں ہزار ہا سال کے قیام سے
پایا کیا ازل کے اس دوام سے

آخر کیا ہے میری غرض و غایت
دیکھوں تو ہٹ کر ذرا اس مقام سے

جدتِ زمانہ سے ہر ذرۂ ارض ہے مضطر
میں بھی تو نکالوں تیغِ جستجو اب نیام سے

ازل سے دیکھتا آ رہا ہوں یہ رات دن
اب غرض نہیں مجھے اس صبح و شام سے

گو کہ عظمت بڑی ہے تیرے وجودِ عظیم کی
پر ہوا نہ کچھ حاصل اس نمود و نام سے

یہ ازل کا انجماد نظارۂ عقل و دانشِ برباد
اس زمانے میں لازم ہے احتراز فکرِ خام سے

مضطرب ہے مجھ میں اب ذوقِ جستجو
دیکھوں تو ذرا یہ عالم رنگ و بو

ہمت و عملِ پیہم سے بدلتی ہیں تقدیریں
یوں تو جہاں میں کچھ بھی نہیں میں اور تو

تا قیامت دی جاتی ہے ان کی نظیر
بے خوف بہا دیتے ہیں جو اپنا لہو

حقیقتِ ہستی کی جستجو میں فنا ہو جائے گا
بس اک سنگ تجھ سے جدا ہو جائے گا

یہ آبِ تیز گو کہ مٹا دے گا میرا وجود
پر ذرہ ذرہ ہزار وادیوں سے آشنا ہو جائے گا

☆☆☆☆☆

عشق نام نہیں حسن کے آسمان کا
یہ تو بس اک رنگ ہے دلِ نادان کا

اک لغزش ہے یہ عقل و خرد کی
اک دھوکا ہے یہ گیان و عرفان کا

سیرت و صورت اس میں دیکھتا نہیں کوئی
اک انجام ہے یہ نگاہ کے میلان کا

اس کے دم سے ہے کائنات میں جوش و جذبہ
مہکتا گل ہے یہ گلشن انسان کا

اک خار بھی ہے یہ وجودِ آدمی کے لیے
تازیانہ ہے یہ بیدادِ زمان کا

یہ کھیل ہے سارا نصیبوں کا
اس میں کچھ اعتبار نہیں عہد و پیمان کا

عشق میں ملا نہ کسی کو سکوں
اس میں گھاٹا ہے جسم و جان کا

ہر پل کی بے کلی ہر پل کی جلن
میسر نہیں کوئی لحظہ اس میں اطمینان کا

بکھر جاتے ہیں امیدوں کے سب آشیانے
موت پہ ختم ہوتا ہے زور اس طوفان کا

قیس و کوہکن سے ہزاروں مجروح ہوئے
ناز ہے یہ صحرا و بیابان کا

عشق میں پایا بھلا کس نے نفع
یہ تو سودا ہے بس نقصان کا

گر سمجھنی ہوں عشق کی رمزیں
تو پڑھو شعر میرے دیوان کا

☆☆☆☆☆

پایا ہر دکھ اور کھائیں ٹھوکریں در در کی
عجب ہے چال اپنے نصیب کے اختر کی

دیا اک نیا غم اپنے دستِ شفقت سے
فلک نے کبھی جو ہم پہ نظر کی

دامنِ تمنا رہا یوں ہی ویراں ویراں
کفِ افسوس میں آئی نہ ڈالی کوئی ثمر کی

میرا وجود ہے مثلِ کاہ زمانے میں
برگشتہ ہے مجھ سے ہر تار میرے بستر کی

میرا من لیے ہے ہزار ہا زخم
میرا تن بس اک کراہ ہے روحِ مضطر کی

آ پڑتی ہے آزمائش مجھ ناتواں پر
صیاد کو گر دیکھنی ہو کاٹ نشتر کی

دستِ آرزو میں آئے ہزار ہا خار
بھولے سے تمنائے گل ہم نے اگر کی

پایا نہ کچھ اس جہانِ رنگ و بو میں
ہم نے تو بس اپنی آنکھ تر کی

کسی کو خوشی ملی کسی کو غم
یہ بات ہے اپنے اپنے مقدر کی

کسی تدبیر سے بھی ہوئی نہ خلاصی
اپنی نئیا تو جیسے جان ہے بھنور کی

اپنے ہی دوش پہ ہے اپنی لاش
میری آتما تو سزاوار ہے قبر کی

کفِ افسوس کو زیبا نہیں دُرِ نایاب
اپنی بدنصیبی کہوں یا خوش نصیبی گوہر کی

نہ نقش و نگار نہ خوشبو کی مہکار
سونی سونی ہے ہر دیوار اپنے گھر کی

ختم ہونے کو آتی ہی نہیں شبِ یاس
منتظر ہے نگاہِ آس طلوعِ سحر کی

سدا دیکھا چمن کو بس جلتا ہوا
عمر بھر جھیلی تپش شعلہ و شرر کی

یہاں مر کر ہی یاد آتے ہیں سب
جیتے جی کسی نے نہ کسی کی قدر کی

اک شاخِ بریدہ ہے بہار کے شجر کی
دیوان خلیلؔ سے آتی ہے مہک خون جگر کی

☆☆☆☆☆

تو اک اختر درخشاں ہے آسماں کا
جس میں رنگ ہے میرے دل ناداں کا

تیرے تبسم میں ہے رنگ بہاراں
میرے اشکوں میں ہے دیا خزاں کا

کوئی مجھ سے پوچھے اس کی نازکی
اک دلفریب شعر ہے میرے دیواں کا

شاید تو ہی ہے میرا ہمسفر
اے صنم تو ساتھی ہے میرے آشیاں کا

چہرے پہ نکھار ہے تو سراپا بہار ہے
میں ستم خوردہ ہوں گزرے ہوئے طوفاں کا

تیری لے میں ہے ترنم دلکش و دل آویز
میرے لب پہ ہے گیت آہ و فغاں کا

تیرا وجود مرہم ہے ہر زخم کا
میرے چہرے پہ لکھا ہے سوال درماں کا

تیرے دم سے ہے گویا نازِ بہار
میں رنجیدۂ آزار و شرمندہ چاکِ گریباں کا

ناوک فگن رہا عبث زندگی بھر
تو آخری تیر ہے میری کماں کا

تم ملے ہو تو لگتا ہے کہ جیسے
ختم ہوا وقت زندگی میں امتحاں کا

ویرانئ دشت و صحرا ہے پہلوئے خلیلؔ میں
کوئی کیوں نہ پوچھے کہ تو رہائشی ہے کہاں کا

☆☆☆☆☆

رہی اپنے حالات کی تو وہی تصویر
سنتے تھے کہ دعا سے بدل جاتی ہے تقدیر

نہ لائق افلاک کے نہ قابل فتراک کے
صیاد مقدر کا ہوں ایسا نخچیر

کھائی ہو جس نے ہر بازی میں مات
اسے سمجھ آئے نہ پھر کوئی تدبیر

دامن سوال پھیلا کر بھی رہے نامراد
دست تمنا میں آئی نہ کوئی اکسیر

ہو سکا نہ شکار طائر مراد
رائگاں گیا کماں کا ہر تیر

فائدہ نہ کوئی ضرر میرے وجود کا
میری آتما ہے مثل برگِ کاہ حقیر

ہے ایسی گردش ستارہ کہ ملا نہ کبھی کنارا
روز محشر سامنے آئے گی کیا تقصیر

دکھاتا ہے اور کیا کیا حالات کا دھارا
دوشِ طوفاں پہ ہوں برگِ خزاں نظیر

بس چلے تو پائیں اک آن میں منزل
پر کریں کیا کہ کند ہے اپنی ہر شمشیر

دنیا سے کیا گلہ جب تو ہی غم خوار نہ ہوا
دکھاؤں کسے جا کے اپنے دل کا چیر

جانے کیوں نہ سنی گوش فلک نے میری فریاد
ٹوٹی نہ قدموں کی اک بھی زنجیر

بہر نالہ قید زنداں و چمن نہیں ہو گر فلک رسا تو
روزنِ زنداں میں ناظرِ شعاعِ امید ہو دیدۂ اسیر

نہ برائی میں مشہور نہ تیری ولایت میں مستور
جانے کیا ہے میرا نصیب جانے کیا ہے میری تقدیر

متاع خلیؔل تو کچھ بھی نہیں جز اشعار
سرمایۂ عمر ہے بس یہی میری تحریر

☆☆☆☆☆

دیکھ تو آ کے حال دل بے قرار کا
آ جا اے دلربا کے موسم ہے بہار کا

کوئی بات نہ کرو دل جلانے کی
کوئی فقرہ نہ کہو دکھ و آزار کا

آج یہ تمنائے دل ہے کہ دیکھوں
ہر رنگ تیرے حسن کے نکھار کا

ناز ، نخرہ ہر ادا کرو آشکار
دکھاؤ جوبن بناؤ سنگھار کا

قریب آؤ اتنے کہ دوری نہ رہے کوئی
بھر جائے ہر زخم فرقت کے خار کا

ہم بھی ہیں جواں تم بھی ہو جواں
آ کہ یہ سماں ہے بوس و کنار کا

جوانی بیت نہ جائے کہیں اس جدائی میں
بہت تڑپ لیا یہ وقت نہیں انتظار کا

کتنی اداسی چھائی ہے بن تیرے
دیکھ تو حال در و دیوار کا

یوں ہی دل میں رکھنا گر نام کسی اور کے لگو
ہم جشن منائیں گے صنم اس ہار کا

☆☆☆☆☆

انسان، خدا اور ابلیس

انسان

گلہ کرتا ہوں تجھ سے یہ جان کی اماں پا کر
ملا کیا مجھے فلک بے کراں پا کر

کاش لا مکاں ہی ہوتا اپنا مقدر
ہوئی عزتِ نفس تار تار مکاں پا کر

کہیں نصیب بدلتا نہیں پھر کیا حاصل
یہ شہر یہ وادی یہ بیاباں پا کر

تڑپ تڑپ کر کی فریاد پر ہوئی نہ پوری مراد
ہوا یوں ہی شرمندہ زباں پا کر

قسمت والوں کو ہی ملا یہاں گوہر مقصود
سوچتا ہوں اپنی ہر تدبیر رائگاں پا کر

تشنگیِ صحرائے زیست ختم کر نہ سکا آدمی
یہ علم و حکمت یہ گیان و عرفاں پا کر

ہر درد ہر دکھ سے ہوئی آشنائی
ہوا بس آزردہ و رنجیدہ جاں پا کر

دنیا ہے بس اک کارگاہِ رنج و غم
ہم پہ کھلا یہ راز آہ و فغاں پا کر

پیری میں اور رنجیدہ کرے گی یاد جوانی
ڈھایا فلک نے ہر ستم جواں پا کر

اک کاوشِ مسلسل سے جو کھوجا گوہر مقصود
دل جل گیا پردۂ تقدیر میں نہاں پا کر

مر کر ہی چھوڑتا راہ منزل پر بیٹھ رہا
بس اک صیاد مقدر کی جولاں پا کر

اک رنج پہ تھا موقوف راز جہاں کا وا ہونا
ہوا زمین و آسماں کا عرفاں چاکِ گریباں پا کر

دست انسان نے کیا گھائل خود انسان کو
یہ تیغ و تفنگ یہ تیر کماں پا کر

ہر مرض کی دوا ہے پر لگے ہیں ہم کو
زخم ایسے کہ بھر نہ سکیں جو درماں پا کر

جینے کی آس نہیں زندہ ہوں تمنائے مرگ لئے
ملے گا سکون قید حیات سے نرواں پا کر

اس جہان رنگ و بو میں سب دکھی ہیں خلیؔل
حیران نہ ہو کسی کو گریاں پا کر

خدا

فکر ہے خام تیری بے جا ہے گلہ تیرا
کیا کیا نہ کہا جان کی اماں پا کر

کہتا ہے کہ بے زبانوں کا سا حشر ہوا
دیکھو تو ہوا کتنا گستاخ زباں پا کر

دیکھ تو ذرا گریبان میں جھانک کر
کیا ہر گناہ تو نے جاں پا کر

سدا درماندہ رہتی وسعت لا مکاں میں
تیری روح کو آیا نہ قرار مکاں پا کر

پیش نظر ہے تیرے بس دنیائے فانی کی زندگی
حیران ہے فلک تجھے نالاں پا کر

شہرہ ہے زمانے میں تیرے اندازِ بیان کا
پر ہوا نہ خوش تو دیواں پا کر

مشکل ہے تمیز تیری یہود و نصاریٰ میں
تعجب میں ہیں فرشتے ایسے مسلماں پا کر

نور ایمان اُترا نہ کبھی حلق سے تیرے
دل کی سیاہی ڈھل نہ سکی آہ و فغاں پا کر

ہر دکھ کی دوا ہے کتاب مقدس میں
کیا تو نے کیا حاصل قراں پا کر

تصرف میں تیرے مشرق و مغرب پھر بھی نصیب کو اپنے
تو کھول سکا نہ یہ شہر یہ وادی یہ بیاباں پا کر

ابلیس

بس اک ہی خطا نے مجھے تو تباہ کیا
ہوا تو برہم اور دور از نگاہ کیا

بخش دیا اُسے بس اک ہی استغفار پر
تیری زمین پر جس نے ہر گناہ کیا

☆☆☆☆☆

جہاں بھر میں تازگی ہے پر اس دیار میں
مرجھا گئے ہزاروں گل فصل بہار میں

غم فراق نے کیا جانے تیرا کیا حال
ہم تو تڑپے ہیں ہر پل لیل و نہار میں

خون کے آنسو بھی رو نہیں سکتا
اب اتنی سکت کہاں دل ناچار میں

صدمۂ خار فرقت کوئی ہم سے پوچھے
عمر گزاری ہے اس آزار میں

گیا وقت اسے بھولنے کا اے ناصح
اب یہ رہا نہیں اپنے اختیار میں

سیر کی عمر بھر عالم رنج و غم کی
پھر کیوں نہ ہو درد میرے اشعار میں

دیکھو تو جذبۂ عشق کی رسوائی
کتنی بے قدری ہے چشم اغیار میں

لگ جاؤ گلے کہ چارۂ غم فرقت ہو
کاٹی ہے اک عمر تیرے انتظار میں

بستر مرگ پہ خیال آرزو کہاں
ہوتی ہے بس آہ ہی سینۂ بیمار میں

صیاد کو ہے شاید مجھ ہی سے الفت
اپنی ہی تصویر دیکھی ہر آئینہ آزار میں

چلا ہے اس کو پانے ذرا دیکھ تو خلیؔل
کہ ہے روشن کوئی چراغ آس تیرے حصار میں

☆☆☆☆☆

میرے اشعار

مقدر کے میرے یہ چاند ستارے ہیں
میرے اشعار میرے دل کے انگارے ہیں

بس یہی ہیں میرا سرمایۂ حیات
یوں تو ہر بازی ہم ہارے ہیں

ساحل ہیں یہ موجِ بے تاب کا
بحرِ دل کے یہ کنارے ہیں

ان میں تپش ہے سوز دل کی
اوجِ فکر کے یہ نظارے ہیں

منزل ہیں یہ بھٹکتے راہی کی
ٹوٹے ہوئے دل کے یہ سہارے ہیں

مہکتے گل ہیں یہ کسی گلشن کے
کسی گلخن کے یہ شرارے ہیں

زندگی بھر رہے ناوک فگن ہم
یہ وہ تیر ہیں جو نشانے پہ مارے ہیں

کسی حسین کے رخسار کا غازہ ہیں یہ
کسی دل ربا کے یہ اشارے ہیں

مہک آتی ہے ان سے خون جگر کی
کچھ ایسے پرسوز اشعار ہمارے ہیں

☆☆☆☆☆

بھولنا بھی چاہوں تو بھلا نہیں سکتا
میں تیری یادوں سے دامن چھڑا نہیں سکتا

آہ طوفان بے قراری اور یہ بے بسی کہ
اک پل کے لئے بھی تجھے پا نہیں سکتا

ہر دم بے چینی سی رہتی ہے
دل کتنا تڑپتا ہے بتا نہیں سکتا

تیرے غم میں سلگ تو لیتا ہوں لیکن
اپنے مقدر کی بگڑی بنا نہیں سکتا

بس تیرا ہی طلبگار ہے دل
کسی اور بات سے اسے بہلا نہیں سکتا

غمِ فرقت میں جی نہ چاہے کچھ کرنے کو
کہیں آ نہیں سکتا کہیں جا نہیں سکتا

بس تم ہی تم ہو میرے خیالوں میں
اب کسی اور کو دل مِیں میں بسا نہیں سکتا

☆☆☆☆☆

ستارے

آسمان پہ کتنے ستارے ہیں درخشاں
ازل سے جانب منزل رواں دواں

نہ انہیں فکرِ معاش نہ انہیں فکرِ مستقبل
کتنا سندر ہے کائنات میں ان کا کارواں

نہ یہ تھک کر ٹھہرتے ہیں نہ رک کر چلتے ہیں
نہ انہیں احساسِ اشتہا نہ یہ خاطرِ پیٹ پریشاں

آشنائے یاس ان کا وجود نہیں
نہ ان کو خطرۂ آفت ناگہاں

گہرے اندھیرے ہیں ان کا سامان آرائش
ان کے دم سے دلکش رات کا سماں

بس اک سیر آسمان ان کی آرزو
بے کراں وسعتوں میں گردش ان کا ارماں

نہ ہوتے ہیں یہ بیمار نہ اندیشۂ پیری
ازل سے ہیں یہ درخشاں و جواں

کتنا مثالی ہے شب غم میں ان کا نظارہ
نہ کوئی دکھ نہ سوز دل نہ آہ و فغاں

روز آفرینش کی یاد دلاتے ہیں یہ
جہاں میں بس یہ اک نشانِ لا مکاں

ضیائے خورشید ہے ان کا پردہ
اور ظلمت شب میں ہوتے ہیں نمایاں

ہوتا نہ آدمی کی آنکھ سے کبھی آنسو رواں
کاش کہ حضرت انسان بھی ہوتا مثل اختر درخشاں

☆☆☆☆☆

بن برسے ہی چلا گیا ابر بہار کا
صلہ کیا ملا ہمیں اس انتظار کا

من میں سسک رہا ہے جذبۂ عشق
لب پہ کیوں نہ آئے جملہ اظہار کا

جدا ہو کر پائی رات دن کی تڑپ
یہ نتیجہ دیکھا ہے ہم نے پیار کا

کیا کیا نہ تھا سوچا ہم نے
اور ہوا کیا حال دل بے قرار کا

خزاں رسیدہ اس چمن میں اب گل کھلیں کیسے
پھر وہی رشتہ ہے میرا اور خار کا

خاک ہوا جب سب کچھ تو معلوم ہوا
کہ یہ تو کھیل تھا شعلہ و شرار کا

جی چاہتا ہے کبھی صحرا نشین ہونے کو
کبھی آتا ہے من میں خیال دار کا

زمانے بھر میں ہوئی رسوائی
زبان زد خاص و عام ہے قصہ یہ پیار کا

جاں چھڑا نہ سکوں اندوہ عشق سے
کوئی راستہ نہ ملے فرار کا

ہم تو خزاں سے ہم کنار ہیں
لوگ کہتے ہیں کہ موسم ہے بہار کا

بنیں سنوریں کس کے لئے
اب کیا فائدہ بناؤ سنگھار کا

لیلیٰ نے کیا قیس کو رسوا
اور تو دیا ہے میرے مزار کا

ہر محنت بھی رنگ لاتی نہیں
بہت تنگ ہے دائرہ آدمی کے اختیار کا

ہر حال میں اٹھتی ہے زمانے کی انگلی
چاہے آدمی کتنا ہی اچھا ہو کردار کا

پڑا ہے بستر مرگ پہ تیرا خلیلؔ
دیکھ تو آ کے حال اپنے بیمار کا

☆☆☆☆☆

صیاد مقدر کی جو گزر گاہ ہو گی
وہ بس میرے ہی گھر کی راہ ہو گی

تڑپ کڑک رہی ہیں جو آسمانوں پر
میرے ہی آشیانے پر ان بجلیوں کی نگاہ ہو گی

غم تاثیر جو لئے بیٹھی ہو
ہزار ہا آہوں وہ میری آہ ہو گی

گھر نہ بنا سکی جو سختی دنیا میں کہیں
بس میری کٹیا اس کی جائے پناہ ہو گی

ذکرِ تمنا بھی باعث عتاب کیا معلوم تھا کہ
بات کرنی بھی گویا گناہ ہو گی

☆☆☆☆☆

ہم میں تم میں بھی جدائی ہو گی
کیا علم تھا کہ پہلو میں تنہائی ہو گی

سوچا تھا کہ ہوں گے نہ کبھی جدا
تمہارے ذہن میں بھی یہ بات آئی ہو گی

زخم ایسا لگا ہے کہ بھرتا ہی نہیں
چوٹ جو کھائی کسی نے نہ کھائی ہو گی

سوچا تھا کہ بنے گی تو میری دلہن
پیار بھری باتیں ہوں گی کبھی لڑائی ہو گی

کبھی لگتا ہے کہ مل جاؤ گے تم
کبھی لگتا ہے کہ بس دشت پیمائی ہو گی

پا ہی جائیں گے منزل اک دن
گر تیرے میرے پیار میں سچائی ہو گی

ہوئے ہیں ہم تم کتنے بدنام
کیا معلوم تھا کہ اتنی رسوائی ہو گی

ظلمت یاس سے نکل جائیں گے ہم
یا خدا گر تیری کرم فرمائی ہو گی

راہ عشق میں لٹے ہوں گے جانے کتنے ہی
کس نے نہ اپنی قسمت آزمائی ہو گی

☆☆☆☆☆

بدل آدمی کی تقدیر جاتی ہے
جب فریاد آسمان چیر جاتی ہے

گر جاتی ہے پھر راہ کی ہر دیوار
قدموں کی ٹوٹ ہر زنجیر جاتی ہے

قیس بھی پھر چھوڑ دیتا ہے صحرا
رانجھے کو مل اُس کی ہیر جاتی ہے

ہر تدبیر ہو جاتی ہے کامیاب
خاک ہی پھر بن اکسیر جاتی ہے

یہ کیا ہوا میرے ساتھ کہ دماغ میں
کوئی تصویر آتی ہے کوئی تصویر جاتی ہے

یاد آتی ہے جب بھی ماضی کی
پھر وہی خلش دل چیر جاتی ہے

کر کے دل میں گھر ہو جاتی ہے امر
خونِ جگر سے لکھی جو تحریر جاتی ہے

صلہ ملتا نہیں پھر آہ و فریاد کا
گر آدمی سے ہو کوئی تقصیر جاتی ہے

بے گناہوں کو پسِ زنداں کیا نہیں جاتا
مجرم کو ہی دی تعزیر جاتی ہے

اپنے استقلال سے جو کرتے ہیں ناممکن کو ممکن
دی زمانے میں ان کی نظیر جاتی ہے

گر نصیب میں لکھی ہو ناکامی
تو بے کار ہر تدبیر جاتی ہے

☆☆☆☆☆

گزر جاتے ہیں جب جدائی میں زمانے
چھلک جاتے ہیں پھر صبر کے بھی پیمانے

بیاباں نشیں ہونے کو پھر من چاہے
دل سے اتر جاتے ہیں شہر کے آشیانے

بہت مشکل ہے یہ کام قیس و کوہکن کا
یوں ہی بن نہیں جاتے محبت کے افسانے

یہ رمز کوئی سمجھ سکا نہ آج تک
شمع کی آگ میں جلتے ہیں کیوں پروانے

اندھیری راہوں میں کوئی سنبھلے کیسے
ٹھوکریں کھاتے ہیں راہِ عشق میں دیوانے

سب کچھ ٹھکرا کر راہِ قیس پر جو چل نکلے
قدم روک سکیں نہ اس کے بھرے ہوئے خزانے

محبت میں لٹاتے ہیں جو سرفروش مال و دولت
دے دیتے ہیں وہ جانوں کے بھی نذرانے

جنون حد سے بڑھ کر بے اختیار کر دے
یوں ہی آباد ہو نہیں جاتے آستانے

کسے ہوتی ہے ملامت اغیار کی پرواہ
دل دکھتا ہے جب اپنے بن جاتے ہیں بیگانے

سب دکھوں سے دل شکن ہے غم عشق
لگے جسے یہ زخم درد اس کا وہی جانے

بھلی لگتی ہے افسردگی ویرانوں میں
پکارتے ہیں دکھی انسانوں کو ویرانے

ملنا ہو چاہے مشکل پر مانے نہ دل
سو طرح سے ڈھونڈے ملنے کے بہانے

☆☆☆☆☆

کوئی گل ہے کوئی خار ہے اس گلستان کا
کردار ہے ہر آدمی بس اک داستان کا

اپنے کیے سے کوئی ذرۂ خاک ہے
اپنے کیے سے کوئی ستارہ ہے آسمان کا

آدمی کاتبِ تقدیر نہیں پھر دوش کس بات کا
اس میں قصور کیا پھر حضرت انسان کا

کوئی پروردۂ مالی ہے کوئی گل ایسا
کہ ستم خوردہ ہے دست باغبان کا

وقت نے کسی کو رنگ لگائے ہزاروں
اور کوئی شکار ہے گردش دوران کا

سچ پوچھو تو خوبی مجھ میں بھی کوئی نہیں
یہ تو کمال ہے بس میرے دیوان کا

کسی کے شب و روز گزرتے ہیں سکون میں
کوئی سامنا کرتا ہے روز کسی نئے طوفان کا

حصولِ مراد ہے کسی کے لئے مثل درِ نایاب
کسی کے لئے جیسے اک سنگ ہو آستان کا

کوئی نامراد رہتا ہے خاکِ صحرا چھان کر بھی
اور ضائع نہیں جاتا اک بھی تیر کسی کی کمان کا

کیوں نہ سمجھے وہ زندگی کو بس بوجھ
عمر بھر سامنا رہا ہو جسے راکھ و دخان کا

☆☆☆☆☆

ابھی جوانی باقی ہے ابھی زندگانی باقی ہے
آ جا اے صنم کے ابھی کہانی باقی ہے

نئے زخم اٹھانے کی تاب کہاں
ابھی وہی چوٹ پرانی باقی ہے

دل میں ہے آج بھی تیری فرقت کا غم
تیرے پیار کی ابھی یہ نشانی باقی ہے

مانا کہ تم ہوئے تھے ہم پہ مہربان
پر اے دل ربا ابھی اور مہربانی باقی ہے

ایسا نہ ہو کہ پھر ملنا ہو ناممکن
چلے آؤ کہ ابھی کچھ آسانی باقی ہے

مہکتی ہے آج بھی سانسوں میں بوئے الفت
خون میں تیرے پیار کی ابھی روانی باقی ہے

ادھورا ہے نقش وفا آ کہ لیں اسے بنا
نامکمل یہ تصویر ابھی بنانی باقی ہے

☆☆☆☆☆

اب چہرے پہ وہ پہلے کی سی شگفتگی نہیں رہی
ان غموں سے میری زندگی ، زندگی نہیں رہی

جانے کیسے خوش رہ لیتے ہیں یہ لوگ
دنیا میں تو کوئی خبر خوشی کی نہیں رہی

تاریکی ہی تاریکی ہے نگاہوں میں
امید کے چراغوں میں روشنی نہیں رہی

دشت و صحرا میں ملے شاید اب قرار
شہر میں تو کہیں کوئی سکوں کی بستی نہیں رہی

اکتا گیا ہے دل بس دنیا سے
اب کوئی چیز اچھی کوئی بری نہیں رہی

بڑا جگر پاش ہے منظر تصویر زیست کا
جوئے خوں یوں ہی آنکھوں سے بہتی نہیں رہی

کوئی دعا قبول ہو بھلا کیونکر
وہ ذوق و شوق وہ بندگی نہیں رہی

☆☆☆☆☆

دل میرا اُسی نے جلایا تھا
بڑے ارمان سے جسے من میں بسایا تھا

شکوہ کرتا بھلا کسی سے کیسے
دوست کے ہاتھوں زخم کھایا تھا

ہر ستم کر کے ، ہر دکھ دے کر
ظالم تقدیر نے زندگی بھر آزمایا تھا

محبت کی خواہش میں زحمت ملی
پھولوں کی حسرت میں کانٹوں کو پایا تھا

درون سینہ خاکستر کر گیا
وہ آنسو جو آنکھ میں نہ آیا تھا

آزار تو ملے ہیں جیسے عمر خضر کے
چار ہی دن تو زندگی کے میں لایا تھا

کر گیا ویران اک ہی غم کا طوفان
کتنی حسرتوں سے امیدوں کا چمن بنایا تھا

زندگی بھر کوئی بھی تو اپنا نہ بنا
میرے ساتھ بس میرا سایہ تھا

☆☆☆☆☆

جیسے بہار میری بانہوں میں ہے
یہ جو تو میری نگاہوں میں ہے

گھبرا گئے تم قدم اک ہی اٹھا کر
ٹھوکر ہزار ابھی ان راہوں میں ہے

میرے لئے ہیں بس تیری آہیں
اثر اتنا ہی میری آہوں میں ہے

بہت صبر آزما ہیں عشق کی راہیں
ہر قدم پر چاہ ان گزرگاہوں میں ہے

☆☆☆☆☆

شاعر آہ سے

گھبرا کے غم سے تیرا سہارا لیا
ہم نے بے خودی میں یہ کیا کیا

چلا جب سفر پہ تو منزل کی جگہ تو ملی
گل آرزو کی مجھے ذرا بھی نہ خوشبو ملی

تیری روشنی سے دور ہوئی نہ ظلمتِ یاس
تشنہ رہا دل پوری ہوئی نہ آرزو کی پیاس

جلا نہ تیری گرمی سے نصیب کا چراغ
بنا نہ تیرے اثر سے کوئی امید کا باغ

بھٹکتا رہا میں یوں ہی انجان راہوں پہ
ملا نہ مجھے کوئی منزل کا سراغ

زندگی کے آثار میری لاش میں نہیں
شراب زیست سے خالی ہے میرا ایاغ

آہ

ظلمتِ یاس دور ہو کیسے جب دیا ہو مدھم
سمجھا ہے کیا تو نے مجھے اسم اعظم

گر میری تاثیر میں ہو مسیحائی
لے ہر کوئی پھر یہ دوائی

دلِ سوختہ و دم نیم سوز میرا گھر ہے
جان لے کہ میرا عمل بے اثر ہے

دکھی دلوں میں ہے بس میرا بسیرا
کیوں نہ ہو ظلمت کا ساتھی اندھیرا

گر پانی ہے منزل تو نہ میرا اثر دیکھ
اپنے عمل کی روشنی میں کھلا ہر در دیکھ

میرے مقام سے ذرا آگے ہے تیری منزل
چل کہ ہوئی بہت تیری میری محفل

دل جس نے مجھ سے لگایا
اُس نے کبھی منزل کو نہ پایا

سدا ناکام و مایوس رہتا ہے
جو بھی مجھ سے مانوس رہتا ہے

گلہ کیوں میرے اثر کا کرتے ہیں
تھک ہار کر جو آہیں بھرتے ہیں

ہے بس وہی کامیاب زندگی کے سفر میں
ٹھوکریں کھا کر بھی منزل ہو جس کی نظر میں

☆☆☆☆☆

حال سنو آج اک دیوانے کا
شجر تھا میں اک ویرانے کا

میرے خاشاک کے لئے شرار بن کر
وہ آئی میری زندگی میں بہار بن کر

نئے غنچے امیدوں کے کھلنے لگے
بچھڑے ہوئے ارمان آ کے ملنے لگے

ہونے لگے رخصت مجھ سے یہ کہ کر غم
کہ تجھ سا ساتھی ملتا ہے بہت کم

دکھوں کی جگہ کیا خوشیوں نے من میں بسیرا
ضیائے امید سے ہوا دور یاس کا اندھیرا

جلا جب میں آتش عشق میں صبح و شام
نظر آئے پھر مجھے زیست کے نئے مقام

میری لاش کو بھی اک مسیحا ملا
اس کے پیار سے زندگی کا مزہ ملا

پر نصیب اپنا کہ بادِ بہار طوفاں ہو گئی
جو زمیں تھی میری وہ ویراں ہو گئی

میری آہیں میرے نالے بے اثر ہو گئے
برگ امیدوں کے سب طوفان کی نذر ہو گئے

پتے جھڑے سب شجر ویرانے کا مرجھا گیا
تمنائے بہار میں خود پہ ستم ڈھا گیا

آ آ کے دکھ یہ کہنے لگے مجھ سے
کہ بس تیرا ہی تن ہے اپنا تو ڈیرہ

بھٹکتے پھرا کیے نگر نگر ، قریہ قریہ
جہاں میں ملا نہ کہیں ایسا بسیرا

میرے خاشاک کے لئے وہ بن کر شرار کیوں آئی
آہ کہ میری زندگی میں وہ بن کر بہار کیوں آئی

☆☆☆☆☆

خاک ہی خاک ہے میری دستار کے ساتھ
لٹک رہے ہیں کتنے ہی ارمان دار کے ساتھ

دعا بہار کی کوئی نہ مانگے کہ یہاں
خزاں بھی چلی آتی ہے بہار کے ساتھ

جل کر حالات کی آگ سے خاک ہوئی
یہ کیا ہوا میری کشت زار کے ساتھ

بہتی رہی سدا غم کے سمندر میں
لگی نہ میری کشتی کبھی کنار کا ساتھ

کھلتی ہے آدمی کی آنکھ جہانِ ظلمت میں
زندگی کی سحر ہوتی ہے شبِ تار کے ساتھ

آبیاری شجرِ اُمید کی کوئی نہ کرے کہ یہاں
کانٹے بھی نکل آتے ہیں برگ و بار کے ساتھ

بے چین رکھے ہر پل کسکِ درد
داغ قید کے رہتے ہیں سدا رستگار کے ساتھ

جاہلوں کی محفل سے بہتر ہے تنہائی
رہیئے نہ کبھی کسی گنوار کے ساتھ

میرا نالہ بس نالہ نہیں ہے یا خدا
ہزار آہیں تڑپتی ہیں اک پکار کے ساتھ

دعا قبول ہوتی نہیں کبھی اُس کی خلیلؔ
بیٹھا ہو جو گناہوں کے انبار کے ساتھ

☆☆☆☆☆

ایک ہمدرد اور محبّ

ہمدرد

سوچا کہ آج حال دیکھتے جائیں
آپ کے ستاروں کی چال دیکھتے جائیں

نظر آئیں جو چہرے پہ جناب کے
جاتے جاتے وہ سوال دیکھتے جائیں

کیا کیا دکھاتا ہے انسان کو نصیب
ہم بھی آج یہ کمال دیکھتے جائیں

آخر کیسے ہوتا ہے آدمی بے بس
کیسے ہوتا ہے جینا محال دیکھتے جائیں

کیا خود ہی دیتے ہیں ہم مصائب کو دعوت
یا ناگہاں پڑتا ہے کوئی وبال دیکھتے جائیں

محبّ

فضول ہے تڑپنا بے سود ہے کراہ
راہ عشق میں دیکھی بے اثر آہ

قیس و کوہکن کا سا حال ہوا
ہوئے ہم بھی اسیر زندانِ چاہ

کی لاکھ کوشش پر ملی نہ منزل
اٹھایا قدم تو دیوار بن گیا سنگ راہ

مل رہی ہے سزا جرمِ عشق کی
کیوں کیا آخر ہم نے یہ گناہ

ہر پل دل میں بسا رہے
آئے نہ خیالِ یار گاہ گاہ

نظر آتے ہیں یہاں تو سبھی دشمن
ملتا نہیں کوئی اک بھی خیر خواہ

ہم درد اٹھ کر جاتے ہوئے

کیا جس نے عشق یوں ہی خوار ہوا
تُو تو اک شعلہ تھا جو شرار ہوا

سنتا تھا جو کبھی مسکرا کر قصۂ قیس
وہ اک خلیلؔ بھی غمِ لیلیٰ میں بیمار ہوا

☆☆☆☆☆

تڑپ کے رہ گئی سسک کے رہ گئی
غم کی راہوں میں میری آہ بھٹک کے رہ گئی

دعا جو مانگی تھی بہت مضطرب ہو کر
درمیان زمین و آسمان کے لٹک کے رہ گئی

خبر لے کچھ اپنے کرم کی یا خدا
تیری نظر کرم کہاں اٹک کے رہ گئی

☆☆☆☆☆

جنونِ عشق سے ناشاد ہو کر
آنکھیں کھلی اپنی برباد ہو کر

کتنا شہرہ تھا میری دانش کا
کھائی ٹھوکر استاد ہو کر

ہوا اپنا قصہ بھی زبان زد خاص و عام
گزرے گی ہر نظر سے یہ رُوداد ہو کر

جانے کیوں نہ ملا صلہ دعا کا
گئی کہاں زباں سے فریاد ہو کر

جنون عشق میں پربت لگے رائی
ہم نے دیکھا ہے فرہاد ہو کر

اُٹھتی تھی انگلی کبھی دیوانوں پر
کیا یہ کیا ہم نے نقاد ہو کر

کھلے کتنے ہی راز زندگی کے
بندشِ عقل و خرد سے آزاد ہو کر

دین و دنیا کا نہ آدمی کو رکھے
ہم پہ بھی گئی ہے یہ افتاد ہو کر

ملتا ہے بس نصیب کا لکھا ہی
جانا یہ راز نامراد ہو کر

وقت ازل کتنے سکوں میں تھا آدمی
اُجڑ گیا انسان زمین پہ آباد ہو کر

اندوہ الفت سے جان چھوٹ بھی جائے تو کیا
دکھ کوئی نیا ملے گا ایجاد ہو کر

سزاوار ہے دکھ کا رہ گیا ہے اپنا وجود
عالم رنج و غم کے لئے پرساد ہو کر

☆☆☆☆☆

تصرف میں میرے ہر دیار و بیاباں ہوتا
میں گر آدمی نہ ہوتا تو طوفاں ہوتا

رفعتِ پرواز لاتی زیر پر آسمان
دیکھ کر میری کاوش ہر نفس حیراں ہوتا

اک پل میں پہنچتا مشرق سے مغرب میں
ملتا جہاں بھی سراغ منزل میں وہاں ہوتا

بجھا دیتا اپنی تیزی و سختی سے
کوئی چراغ یاس نہ کہیں درخشاں ہوتا

یہ تھا اپنا مقدر کہ ہوا اسیر ورنہ
ہر جا میرے نقش پا کا نشاں ہوتا

نصیب میں لکھی نہ ہوتی گر ناکامی تو
نہ یہ راکھ ہوتی نہ یہ دھواں ہوتا

نہ یوں سر جھکتا زمانے میں
نہ میں بہر حصولِ منزل سرگرداں ہوتا

نہ ہو سکا وہ جو چاہتے تھے ہم
گر ہوتا تو کچھ اور ہی سماں ہوتا

ہزار سال میں بھی نہ ملے چشمہ آب حیات
چار دن کی زندگی کا کچھ اور ہی درماں ہوتا

نہ چھوٹتی جان عمر بھر کی مشکلوں سے
ہزار جنم لے کر بھی پریشاں ہوتا

جانتا نہ تجھے زمانے میں کوئی بھی خلیلؔ
گر تُو جو نہ صاحب دیواں ہوتا

☆☆☆☆

زندانِ غم فراق میں اسیر ہو کر
بیٹھ رہا تن بہ تقدیر ہو کر

اٹھایا ہر دکھ ہم نے اے صنم
اک تیرے فتراک کا نخچیر ہو کر

کف افسوس میں خط وصل نہ رہا
ہاتھوں سے گئی کہاں یہ لکیر ہو کر

کوئی رشتہ نہیں تم سے پھر یہ لگن کیسی
جاتی ہے ہر دم نگاہ سے تیری تصویر ہو کر

جانے گناہگاروں کا ہوتا ہو کیا حشر
جب ہم نے اتنی سزا کاٹی بے تقصیر ہو کر

آج بھی ڈھونڈتے ہیں چارۂ غمِ عشق
گیا تھا کبھی سینے سے یہ تیر ہو کر

کیوں پڑ گیا تھا پردہ تیری عقل پہ خلیلؔ
کی خطائے عشق زمانے بھر کا مشیر ہو کر

☆☆☆☆

چاہے بیاباں سے گزرے چاہے گلستان سے
مزاجِ طوفان نہ پوچھو کسی طوفان سے

تباہی جو مقدر میں ہو وہ کیونکر ٹلے
شجرِ سبز بھی سوکھ جاتا ہے دستِ باغبان سے

ویرانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے ویرانی
بہار چلی جاتی ہے جب گلستان سے

اس دنیا میں کہیں بھی سکون نہیں
بھاگ کے جاؤں کہاں اس زندان سے

حدِ نظر ہو جب چمنِ سوختہ کا حال
آہ پھر کیوں نہ نکلے دلِ ویران سے

ہر دم یہی فکر رہتی ہے اس آزمائش میں
کہ حرفِ یاس ادا نہ ہو جائے کہیں زبان سے

جانتا ہوں حقیقت دنیا و حقیقت زندگی
پر خیال آرزو جائے نہ دل نادان سے

دامن سوال پھیلا کر بھی رہے خالی ہاتھ
آس پھر اب کیا لگائیں آسمان سے

قصہ میری تباہی کا مجھ سے نہ پوچھو
داستان میری سنو صیاد مقدر کی زبان سے

تواضع ہو جو بھی مہمان کی قسمت
گلہ اس کا کیا نہیں جا سکتا میزبان سے

☆☆☆☆

جب تک سینے میں دم رہے گا
ہم کو تیرا خیال اے صنم رہے گا

رخسار پہ ہے جوئے خون رواں
دیدۂ تر کو لختِ جگر فراہم رہے گا

نہ بھر سکا ہے نہ بھرے گا کبھی
زخم یہ دل کا محکم رہے گا

یاد رکھو گے تم ہمیں جب تک
اس عشق کا تب تک بھرم رہے گا

روز قیامت تک کا ہے یہ سلسلہ غم و عشرت
جہاں میں کہیں خوشی اور کہیں ماتم رہے گا

امید شفا رکھی نہیں جا سکتی کہ جب تک
زخم پہ تیری فرقت کا مرہم رہے گا

اٹھ جائے گی اک دن اپنی میت
اے فلک گر تیرا یوں ہی کرم رہے گا

ان دشواریوں کا ناطہ ہے زندگی سے
جب تک جان ہے یہ پیچ و خم رہے گا

☆☆☆☆

ہوا کے دوش پر اڑتے ہوئے سحاب کی طرح
منزل ملتی بھی ہے تو دُر نایاب کی طرح

عنوان ہے ہر کوئی اک داستان کا
ہر آدمی ہے یہاں اک کتاب کی طرح

ظاہر میں پر سکون اور باطن میں مضطرب
انسان ہے اصل میں سیماب کی طرح

حالات کے ماروں کا پوچھئے مت حال
رہتے ہیں یہ دنیا میں گرداب کی طرح

رہتا ہے وہ سدا تشنہ و ناکام و نامراد
جھپٹ سکتا نہ ہو جو شکار پر عقاب کی طرح

جز کرم خدا مل سکتی نہیں یہاں منزل
امید کی کرن دکھائی دیتی ہے تو سراب کی طرح

نکلتے ہیں دل ویران سے بس درد بھرے نغمے
غم زیست کے ساز پہ ہوں مضراب کی طرح

☆☆☆☆

اپنے مقدر ہی میں وصال نہ تھا
ورنہ تیرا ملنا ایسا بھی محال نہ تھا

سمجھے تھے کہ رہے گا عمر بھر کا ملن
اس جدائی کا تو ذرا بھی خیال نہ تھا

کیا حشر ہوا میرا تیرے آنے کے بعد
تیرے آنے سے پہلے تو یہ حال نہ تھا

بے مثل تھی اپنے چہرے کی شگفتگی
سر میں ایک بھی سفید بال نہ تھا

آپڑی تجھ پہ یہ کیسی افتاد خلیلؔ
تو کبھی ایسا تو بے حال نہ تھا

☆☆☆☆

تم ہی میری روح رواں ہو
تم ہی میرا زخم خنداں ہو

میری آنکھ کا آنسو میری مسکان ہو تم
تم ہی میرا درد تم ہی میرا درماں ہو

من میں جل رہی ہے جو وہ آگ ہو
جو اٹھتا ہے دل سے وہ دھواں ہو

میں بھی ہوں زمانے سے متنفر
جانتا ہوں کہ تم بھی نالاں ہو

لئے پھرے مجھے تیری ہی جستجو
اور تم ہی میرے قدموں کی جولاں ہو

کبھی سمجھتا ہوں تمہیں باد بہاراں
کبھی سمجھتا ہوں کہ باد خزاں ہو

رہتے ہو میری آنکھوں میں ہر دم
چاہے سات پردوں میں نہاں ہو

میں بھی ہوں تمہارے لئے مضطرب
گر میری جستجو میں تم سرگرداں ہو

تیرے پیار ہی میں ہوا رسوا
اور تم ہی میرا راز نہاں ہو

تم ہی ہو اب تو میرا سب کچھ
تم ہی میری زمیں تم ہی میرا آسماں ہو

لکھے غزل پہ غزل تیرا خلیلؔ
خوں میں کچھ ایسے رواں دواں ہو

☆☆☆☆

جی رہے ہیں سب یہاں دل کے لئے
ہر کوئی سرگرداں ہے حصول منزل کے لئے

گر کنارا نہ ہو تو کوشش ہی فضول
موجیں رواں ہیں ساحل کے لئے

لا مکاں سے مکاں تک آیا ہے انسان
عمر بھر کی کاوش ہے خشت و گل کے لئے

کچھ پانے کی جستجو میں گزرتی ہے یہاں عمر
ہر دل میں تمنا ہے بس حاصل کے لئے

دنیا تو نام ہے بس سختی و مصیبت کا
آدمی پیدا ہوا ہے ہر مشکل کے لئے

منزل مراد ملے آتش جستجو میں خاک ہو کر
شمع تو جلتی ہے پروانے کی محفل کے لئے

پھولوں کی قدر باغبان جانے ہیرے کی جوہری
شعر و ادب موزوں نہیں جاہل کے لئے

کسی کے دل میں واسطے حق کے مرنے کی تڑپ
کسی کا وجود اک ناز ہے باطل کے لئے

خار کی کسک ہو یا گلوں کی مہک
جس کا جو نصیب بس اُس کی محفل کے لئے

پیش نظر رہے آدمی کے اس کا مقصد حیات
حوادثِ دنیا نقارہ ہیں غافل کے لئے

وہ مسبب الاسباب یہ کھیل ہے سبب و اسباب کا
انسان کی تگ و دو ہے وسائل کے لئے

کاروان زیست کی منزل آخر ہے موت
پھر سوچیں ہم کیا قیام دنیا کے مستقبل کے لئے

☆☆☆☆

خزاں ہی بھلی ہے آگ لگے ایسی بہار کو
جو جلا کر رکھ دے دل بے قرار کو

کیا کہنے تیرے جلوے کے اے صنم
اُٹھا دے ہے بستر مرگ سے بیمار کو

منظور نہیں جلنا آتش عشق میں پر دل
کھینچے ہے اپنی جانب شرار کو

عالم رنج و غم میں لاکھوں شیدائی ہیں ہمارے
بھاتے ہی رہیں گے کسی نہ کسی آزار کو

ڈھایا نہ ہو گا جس نے ستم وجود انسان پر
بس میری ہی فکر ہو گی اُس خار کو

یہ رسوائی تو نشان امتیاز بنی ہے اے صنم
اتار بھی نہیں سکتے گلے کے اس ہار کو

دیکھ تو فلک انتہائے ستم ہے یہ
خاک میں رکھتے نہیں گوہر آبدار کو

عاشق صادق جھیلتے ہیں زخم جگر کی کسک
پر رسوا کرتے نہیں وہ کبھی پردہ دار کو

چُپ سی لگ جاتی ہے آدمی کو ناکام ہو کر
جانے کیوں سی لیتا ہے وہ لب گفتار کو

ہارے جیتی ہوئی بازی مقدر کے صدقے
ہٹا بھی نہیں سکتا راہ کی کسی دیوار کو

کون سمجھائے زمانے کو یہ اے صنم
کہ دکھ دیتے نہیں کوئی بیمار کو

آدمی کرے کیا جب کاوشِ مسلسل ہو لا حاصل
کنارا ہو ناپید تو دل کھنچتا ہے منجھدار کو

جس کو جو ملے وہ اس کا مقدر
کوئی خوش ہے جیت پر کوئی روتا ہے ہار کو

جانتا ہے خلیلؔ غم الفت کا درد
لگا ہے یہ زخم اس خاکسار کو

☆☆☆☆

بیمار بستر پہ پڑا رہے کب تک
زخم منت کش دوا رہے کب تک

پتھر بھی بکھر جاتے ہیں ٹوٹ کر
آدمی غم میں گھلتا رہے کب تک

عمر خضر کہاں کہ اثر آہ دیکھا کیے
لب پہ سوالی کے دعا رہے کب تک

عالم تمام مرقعٔ سبب واسباب وحاجت ومفاد
کوئی کسی سے یہاں خفا رہے کب تک

عمر شباب پہ موقوف تمنائے عیش و نشاط
سامنے نگاہ کے ساغر و مینا رہے کب تک

دنیا سرائے فانی ہر چیز ہے آنی جانی
نصیب میں اجالا و اندھیرا رہے کب تک

نذرِ مزار ہو یا زینت زلفِ حسین بنے
نصیب گل کہ ڈالی پہ کھلا رہے کب تک

وہ خدا نہیں کہ پیمانہ لب ریز رہے
لب پہ ساقی کے سلا رہے کب تک

ہونے لگے گر ادراکِ حقیقت زیست
تو پھر گردش آشا و نراشا رہے کب تک

چاہے دیجیۓ کسی کو پھولوں کا ہار
پر یہ مہک یہ تازگی مالا رہے کب تک

طولِ علالت سے ہو جاتے ہیں سب بیزار
کوئی حق تیمارداری ادا کرتا رہے کب تک

امید و بیم حسرتِ زیست و خیال مرگ
آہ یہ سلسلہ محسوسات سدا رہے کب تک

آتشِ ارمان بجھایئے چاہے جس قدر
پر شعلہ خس سے جدا رہے کب تک

دم مرگ تو مل ہی جائے گی نجات
کسی پہ یہاں آزمائش و سزا رہے کب تک

لقمہ اجل بن جائیں گے اک دن سب
اس جہانِ فانی میں بقا رہے کب تک

چلا جائے گا اک دن دنیا سے خلیلؔ
یہ دیوانہ غزل سرا رہے کب تک

☆☆☆☆

دل پہ ناگہاں اک ملال آتا ہے
جب کبھی بھی تیرا خیال آتا ہے

کیوں نہ ہو سکے تم ہمارے
لب پہ پھر یہی سوال آتا ہے

آنسو تو پیئے ہی جاتے ہیں بس
سرِ بالیں سے دیدہ تر پہ رومال آتا ہے

زمانے بھر کی مشکلیں زمانے بھر کے دکھ
ہمارے ہاں یہی رزق حلال آتا ہے

راضی رہتے ہیں کبھی خدا کی رضا میں
کبھی ان مجبوریوں پہ جلال آتا ہے

☆☆☆☆

پا کر جسے دل کا ہر ارمان نکل جائے
حسن ہو ایسا کہ دیکھتے ہی جان نکل جائے

یہ کیا کہ آدمی بھرے بس آہ
دست آرزو سے زمین و آسمان نکل جائے

پیش نظر ہو پھر اس دل ربا کا حسن
ازل سے خون میں بسا ہوا شیطان نکل جائے

دیکھ کر جسے رواں ہو پائے امکان
قضا و قدر کی من سے ہر خلجان نکل جائے

قائم ہو اک نئی بنیاد رجائیت
دل سے ہر فکر حرمان نکل جائے

وصل ہو جس کا ہر زخم کا مرہم
عمر بھر کی آبلہ پائی کا نقصان نکل جائے

آدمی دیکھے تو بس دیکھتا ہی رہ جائے
جانب روئے تابدار ہستی کا ہر میلان نکل جائے

پھر دار و رسن کی بھی پرواہ نہ ہو ذرا
شعور سے عقل و خرد کی ہر برہان نکل جائے

کشش ہو ایسی کہ ہو کے رُوبرو حسن کے
دل سے خیال حور آسمان نکل جائے

غزل ہو ایسی کہ پڑھ کر جسے خلیؔل
قاری کے ہاتھ سے ہر دیوان نکل جائے

☆☆☆☆

نہ جوش دل نہ تیزئ ادراک و عرفان ہے
ویراں ویراں زمین سُونا سُونا آسمان ہے

کتنا کٹھن تھا سفر لا مکاں سے مکاں تک
زمین پہ آج مجروح ہر انسان ہے

کتبے لگے ہیں جگہ جگہ مردہ آرزوؤں کے
یہ امیدوں کا ارمانوں کا گورستان ہے

بس عمر بھر کی تڑپ ہے یہاں
زندگی گویا بے آب و گیاہ ریگستان ہے

کچھ بھی تو نہیں پاس اپنے
بس یاد ماضی اور حسرتوں کا سامان ہے

ہر کوئی ہے مجروح تیغ تمنا
ہر آدمی کی اک دکھ بھری داستان ہے

دنیا کی ہر مخلوق ہے فکر سے آزاد
بس قلب انسان میں بیت حرمان ہے

پر از خار ہے شہر کی ہر راہ
بہتر اس سے تو صحرا و بیابان ہے

اک زنداں ہے گردش شام و سحر
بہر انسان فکر معاش ارمغان ہے

کسی کو ذلت ناگہاں نے گھیرا
کوئی اپنے کیے پہ پشیمان ہے

کیا کیجئے صلہ نہ ملے کاوشِ مسلسل کا
یوں ہی طاقِ نسیاں میں رکھا نہیں تیر کمان ہے

درد انگیز ہے ہر لفظ ہر شعر
خونِ جگر سے لکھا گیا دیوان ہے

☆☆☆☆

عشق نے کیا جب دل کو قیدِ عقل سے آزاد
چھوڑ کر شہر کو کیا قیس نے ویرانہ آباد

بعد از مرگ ہوا شہرہ دیوانے کا
زندگی میں دی نہ کسی نے اس کو داد

مر کر اک نیا جنم لیا اُس نے
عمر بھر جو بدنصیب رہا برباد

آج وہ بھی مثال دیتے ہیں مجنوں کی
الفت کو جو کہتے تھے قلب و نظر کا فساد

زندہ رہتے ہیں نہ جانے کیسے بیابان نورد
صحرا میں آدمی کو کسی کی کیا امداد

راہ الفت پر جو بد نصیب چل پڑیں
تاک میں رہتا ہے ان کی صیاد

تپش صحرا کو جھیل سکا ہے کون
کس میں اتنی ہمت ہے کس میں ایسی استعداد

ہوس کی بو بھی نہ تھی الفت قیس میں
جانے کیوں نہ پایا پھر اس نے گل مراد

چھوڑ کر دیار رنگین بیاباں نشین ہوتے ہیں جو
رکھتے ہیں وہ بس ذاتِ خدا پر اعتقاد

شدتِ الفت میں کوئی اس قدر ڈوبا نہ تھا
رکھی جہاں میں مجنوں نے جنونِ عشق کی بنیاد

سر چڑھ جاتا ہے جب سحر الفت
ہو نہیں سکتا پھر اس کا انسداد

جوئے شیر نکالی کوہِ بے ستون سے
جنون عشق میں جان دے گیا فرہاد

اس راہ میں ہوئے سب خوار
کر کے عشق کون رہا شاد

صحرا میں تو نہ گئے گو کہ ہم
پر دل میں ہی کیا اک ویرانہ آباد

☆☆☆☆

مرجھائے ہوئے چہرے پہ نکھار کہاں
اب وہ گرمی نفس و شوخی گفتار کہاں

محل دیار ہو یا مقام صحرا ہو
ٹوٹے ہوئے دل کو کہیں قرار کہاں

جس نے جھیلا ہو زندگی میں ہر دکھ
اسے باک ملامت و اندیشۂ آزار کہاں

زندگی ہی بوجھ بن گئی ہو جس کے لئے
مرنا پھر اس کے لئے دشوار کہاں

طوفان غم نے سرد کی آتش زیست
راکھ کے ڈھیر میں اب شرار کہاں

کچھ ایسا وار کیا کہ اٹھنا محال ہے
صیاد کو پھر اب فکرِ شکار کہاں

جان گئے تیری روش اے فلک
اب لب پہ حرفِ استفسار کہاں

جب طاقت بدن ہی چھوڑ دے ساتھ
پھر کسی تمنا کا لب پہ اظہار کہاں

آگ و پانی کبھی ہوئے نہ باہم ایک
مسکنِ خزاں میں آمد بہار کہاں

کوئی امید نہ ہوئی کبھی پوری
کسی خوشخبری کا پھر اب اعتبار کہاں

سر جھکا دیا ہو جس کا نصیب نے
اس کے دل میں پھر خیالِ افتخار کہاں

اپنے بھی ساتھ چھوڑ گئے ہوں جس کا
اُس بدنصیب کو کسی بیگانے کا انتظار کہاں

وہ شوخی وہ شرارت جھلکتی نہیں اب
پرنم آنکھوں میں زندگی کے آثار کہاں

بھنور کا نصیب ہو جس کی نئیا
اُس کے ہاتھوں میں پھر پتوار کہاں

رہیں گے نہ اک دن اس دنیا میں ہم
ڈھونڈتے پھرو گے کہ وہ خلیؔل ناچار کہاں

☆☆☆☆

یہی میرے لیے کیا کم ہے
کہ نصیب میں میرے تیرا غم ہے

مرضِ عشق کی دوا کوئی نہیں
درد ہی اس زخم کا مرہم ہے

آج بھی ہے دل میں تیرا پیار
آج بھی مجھے تیرا خیال ہر دم ہے

گر ہوتی ہے تو ہوتی رہے رسوائی
تیرا عشق ہی میرا بھرم ہے

آ کہ پھر آنے کو نہ کہوں گا
اپنا تو اب بس آخری دم ہے

یہ فاصلے ہیں سب مقدر کے
ورنہ منزل تو دو قدم ہے

دیا قضا کا ہوا ہے روشن
شمعِ زیست تو بہت مدھم ہے

☆☆☆☆

قابل ہیں جو انہیں ملتا ہے مقام محمود
اور آگ میں جلتا ہے گناہگاروں کا وجود

پہنچتا ہے اک پل میں سر افلاک تک
عشق الٰہی میں جلتے ہوئے دل کا دود

گناہ سے آدمی کا اپنا نقصان
نیکی سے انسان کی اپنی بہبود

کیوں نہ قبول ہو آدمی کی دعا
دیدۂ تر ہو گر خون جگر سے آلود

جو سمجھتا ہے دنیا کو متاع حیات
اُس نادان کی سوچ ہے بہت محدود

نہ کسی علم میں تحقیق نہ کوئی مقالۂ دقیق
نگاہِ مسلم سے نہاں ہو گیا اُس کا مقصود

رکھے ہر دم بس دانے پر ہی نظر
آشیانِ کبوتر میں پرورده شاہین کا نومولود

راہ ابلیس میں تو ہے دنیا و آخرت کی بربادی
دم حق سے ہے قائم کائنات میں ہست وبود

سنی جائے اس کی دم بھر میں
ذکر الہٰی ہو جس کا سرود

کی جتنی برائی ملتی ہے بس اتنی سزا
جزا نیکی کی ہے کیا دس گنا سود

اُسی مقام پہ حصولِ گُلِ مراد کا راز ملے
منزل کی جہاں ہر راہ ہو مسدود

☆☆☆☆

کف افسوس میں اوجِ خط تقدیر کہاں
ہوں نہ پھر کیوں آنکھوں سے نیر رواں

اٹھی نہ ہو گی سنسار میں کبھی کسی پر
اُٹھی ہے جو ہم پہ شمشیر یہاں

اسی فلک تلے ارمانوں کا جنازہ نکلا
ہر چند کہ ہے بے نظیر آسماں

چارۂ غم فرقت جز دیدار یار کچھ نہیں
کر سکے ہے بس تیری نظر کا تیر درماں

یہ ہماری بدنصیبی ہے یا تیری اے صنم
کہ ہوا تیری آنکھوں سے تیرا نخچیر نہاں

نصیب اپنا کہ ناکردہ گناہوں کی بھی سزا ملی
اوجِ کرم کہ دست فلک کو بس دینی تعزیر آساں

اس جہانِ ظلمت میں کھول کر آنکھ انسان نے
زندانِ قضا و قدر میں دیکھا اسیر ارماں

جان کر کہ زخم ہے بھرنے کے قریب
اٹھا لیتا ہے صیاد پھر تیر کماں

ہاں پھر کیوں آئے بہار زیست میں
لوحِ محفوظ پہ ہے جیسے تحریر خزاں

آس تو بس اک دھوکہ ہے بہر انسان
جاتی ہے ہر امید کی تعمیر رائگاں

اپنی مرضی سے آدمی کچھ کر نہ سکے
قدم اٹھتے ہی پڑی دست و پا میں زنجیر نا گہاں

ارضِ دنیا میں اک دیار خلیلؔ ہے ایسا
کارگر ہوئی نہ کبھی کوئی تدبیر جہاں

☆☆☆☆

کسی کو دولت ملی کسی کو صنم ملے
اور کسی کو زندگی میں بس غم ملے

قبل از مرگ ممکن ہے سب کچھ
کوئی ہار کر بازی بھی پرعزم ملے

کوئی پر سکون نہیں اس زمانے میں
ہر کسی کی آنکھ یہاں پر نم ملے

عمر بھر کے روگ ہیں یہاں
زندگی میں سکون بہت کم ملے

بن چلے ہی کسی کو ملے منزل
اور کوئی چل چل کے بے دم ملے

جسے سمجھتے ہیں ہم کامیاب و کامران
وہ بھی اپنے نصیب سے برہم ملے

وہی رسم دنیا وہی ریت
کسی کو گر دوبارہ بھی جنم ملے

کسی کی رضا ہے کسی کی قضا
شہنائی کی گونج میں بھی ماتم ملے

دکھ نہ ملے کسی کو عمر بھر
اور کسی کو نہ زخم کا مرہم ملے

☆☆☆☆

کفِ افسوس ملتے ہیں کہ ہاتھ سے تیرا در گیا
ہر طوفان سے ٹکرایا عشق پر مقدر سے ڈر گیا

لاجِ عشق و آبروئے نفس و جان بھی گئی
ہم تو سمجھے تھے کہ بس مال و زر گیا

صلۂ محنت نہ ملا جیسے پانی ڈالتا رہا ریت پر
نہ فلک نے نظرِ کرم کی نہ کوئی عمل کارگر گیا

سینۂ ویران میں اب رہا کہاں دل
ٹوٹ کر ظلمتِ یاس میں بکھر گیا

ناممکن ہے آسمان سے تارے توڑ لانا
دائرہ اختیار میں تھا جو ممکن وہ میں کر گیا

گری ایسی بجلی خاشاکِ زیست پر
کہ دستِ تمنا سے امید کا ہر شرر گیا

لوگ سمجھتے ہیں کہ زندہ ہے خلیلؔ
پر اک عرصہ ہوا وہ تو مر گیا

☆☆☆☆

ٹوٹے ہوئے دل کا آئینہ میری غزل ہے
برستا ہے جو آنکھوں سے یہ وہ بادل ہے

ہو کر رہے نصیب کا لکھا
کیجئے چاہے کوئی تدبیر مہمل ہے

عجب ہیں اس زمانے کا حالات
سب کے سکون میں خلل ہے

کوئی سرگریباں ہے مارے غم کے
دکھ کا زمانے میں نہ کوئی بدل ہے

پا لیتا ہے وہ اک دن منزل
کوشش ہر دم جس کی مسلسل ہے

بیدارئ شعور بہت مشکل ہے یہاں
کیجئے چاہے ہزار تقریر بے محل ہے

دوا ہے یہی دنیا کے ہر مرض کی
کہ آدمی کی زندگی میں اک وقت اجل ہے

پیشِ نظر نہیں اب کسی کے سنت و شریعت
واسطے دولت کے ہر آدمی کا عمل ہے

تا مرگ مہلت ہے بہر انسان
زندگی کا قیمتی اک اک پل ہے

دنیا تو کھیتی ہے آخرت کی
روزِ محشر دیکھئے کہ کیا پھل ہے

آدمی ہمت کرے تو ہے مانند پہاڑ
نہ کرے تو مثل خردل ہے

سوچ سمجھ کر اٹھایئے ہر قدم
روز آخرت نہ خفتہ کسی کا دفترِ عمل ہے

اک دن لے ڈوبتی ہے یہ
لذتِ گناہ حقیقت میں دلدل ہے

تھام کر قران پایئے فلاح دین و دنیا
بہر مسلمان یہی راہ کی مشعل ہے

پوری ہوئی ہو چاہے کسی کی تمنا
اپنی نگاہوں سے تو منزل اوجھل ہے

کوئی سکھی نہیں اس دور جہان میں
جسے بھی دیکھیے وہ گھائل ہے

☆☆☆☆

بس دل ہی جلتا ہے اثر آہ سے
پایا یہ نکتہ گزر کر غم کی راہ سے

تصور بھی نہ تھا جن سے جدا ہونے کا
وہی اوجھل ہوئے آج نگاہ سے

یہ معاملہ ہے مقدر کا اے صنم
باہر ہے یہ اب اپنی دست گاہ سے

ڈھونڈے سے بھی نہ ملے اُن کا پتہ
جنہیں دیکھتے تھے ہم بڑی چاہ سے

یہ لکھا تھا اپنے مقدر کا
کیوں کریں شکوہ سدِ راہ سے

جائیں گے کچھ پا کر ہی یا الٰہی
اٹھیں گے نہ یوں تیری درگاہ سے

خلیلؔ بھی ہے تیری طرح مبتلائے غم
تڑپ رہا ہے اسی روز سیاہ سے

☆☆☆☆

الجھ کے رہ گئی نہ زمین میں جا سکی نہ آسماں پر
گری کچھ ایسی بجلی بس اک میرے ہی آشیاں پر

نہ چمن میں کچھ بچا اب نہ من میں
سب ارمان چلے گئے دوش طوفاں پر

عمر بھر کی آزمائشوں سے گزرے ہیں ہم
کتنے ہی امتحان پڑے اک مری جاں پر

چلیں ایسی جگہ جہاں گردش لیل و نہار نہ ہو
سکھ ہی سکھ ہوں دکھ نہ ہو کوئی جہاں پر

ہر مشکل میں لیا آہ و زاری کا سہارا
نام خدا آیا نہ کبھی آدمی کی زباں پر

اس دنیائے فانی میں کسی چیز کو دوام نہیں
کوئی سکھی رہ سکتا نہیں سدا یہاں پر

نہ نفع عمر بھر کا نہ خسارہ زندگی بھر کا
عبث ہے اظہار غم و خوشی یہاں پر

بس اک خطا سے آدم کی ہوئے سب کتنے خوار
مشکل کون سی ہے جو پڑی نہ ہو حضرت انساں پر

☆☆☆☆

گزیدہ دین کا رہے نہ دنیا کا
عشق ایسا مار ہے آستین کا

تڑپنے سسکنے سے بھی کچھ نہ ملا
عبث گیا خاک میں رگڑنا جبین کا

مٹ گیا گو کہ تیرے ہاتھ سے پر یاد ہے
آج بھی وہ رنگ تیرے دست رنگین کا

حلقۂ نظر سے باہر ہے وسعت فلک کی
پھر بھی مجروح ہے ہر فرد زمین کا

عجب ہے ستم کہ یہاں ہر کوئی
زخم خوردہ ہے صیاد مقدر کی کمین کا

جا بہ جا خوار کیا گردشِ دہر نے
دل نہ بھرا پھر بھی ظالم حین کا

کانٹوں پہ گزرا ہر حصہ عمر
کوئی لمحہ تو آئے اب تسکین کا

جنونِ عشق میں جھیلی زمانے بھر کی ملامت
سنا نہ اک بھی حرف تحسین کا

چل کر راہ عشق پر برباد ہوئے
ہوا نہ اثر کسی کی تلقین کا

جانے کتنے غم ہیں ابھی مقدر میں
جانے کب ہو کام ختم تدوین کا

مردہ ہے خلیلؔ زندہ نہ سمجھو
کیجیے انتظام اب تجہیز و تکفین کا

☆☆☆☆

دکھ میں بیتی زندگی دل ناشاد کئی سالوں سے ہے
کچھ نہیں پاس اپنے نام میرا اجڑنے والوں سے ہے

خبر نہ ہو جسے اپنی اُسے گھر کی کیا خبر
عیاں میری لاپرواہی گھر کے جالوں سے ہے

یہاں تو جی رہے ہیں سب کسی نہ کسی امید پر
وابستہ میری زندگی لیکن پر از اندیشہ خیالوں سے ہے

عمر بھر کی آبلہ پائی سے بھی ہوا نہ کچھ حاصل
ہار کر ہر بازی اب گرتی خاک میرے بالوں سے ہے

بھروسہ صرف تیرے کرم کا ہے یا خدا
بس کچھ امید درد بھرے نالوں سے ہے

☆☆☆☆

یہی لکھا ہے اپنے مقدر میں
کہ رہے ہر دم خاک سر میں

کبھی تھا سینے میں دل اب تو
بس اک چنگاری ہے خاکستر میں

کچھ نہ رہا باقی نہ جام نہ ساقی
جز اداسی کچھ نہیں گھر میں

آہ بے تاثیر و نالۂ نارسا لئے
بیٹھا ہوں تیری رہ گزر میں

زندگی بیت گئی تلاشِ منزل میں
عمر گزر گئی غم کے بھنور میں

نہ زمین ہے نہ آسمان ہے
بس قضا ہے میری نظر میں

دیوانی ہے دنیا مال و زر کی
اور کچھ بھی نہیں میرے مستقر میں

باندھو رختِ سفر چلو کہیں اور خلیؔل
رکھا ہے آخر کیا اس نگر میں

☆☆☆☆

جواں سال فقیر، عمر رسیدہ فقیر اور درویش

جواں سال فقیر

کبھی کوئی آس من میں ایجاد نہیں ہوتی
کہ ان آشاؤں کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی

پھر رہا ہوں کاسۂ گدا لیے
امیدوں کی بستی آباد نہیں ہوتی

جبیں رگڑیے خاک پر چاہے رات بھر
اپنی تقدیر کی پھر بھی کشاد نہیں ہوتی

ہر پل مجروح رکھتے ہیں فلک کے تیر
کبھی دور ہم سے نگاہِ صیاد نہیں ہوتی

سکون سے سوتی ہے دنیا اپنے مکانوں میں
جہان میں بس اک ہماری ہی جائیداد نہیں ہوتی

دکھ بھری داستان ہے سب داستانوں سے
پر کسی کتاب میں اپنی روداد نہیں ہوتی

اپنے مقدر میں ہے شاید آبلہ پائی
تنگیِ معاش کے زنداں سے جاں آزاد نہیں ہوتی

شمشیر نظر حقارت کرتی ہے روز مجروح
آہ اس عرصۂ ذلت کی کوئی معیاد نہیں ہوتی

کبھی دیکھا نہ کوئی سپنا سہانا
اپنے ماضی کی بھی کوئی اچھی یاد نہیں ہوتی

لباس تار تار اور چہرہ بے نکھار
اپنی روح تو کبھی شاد نہیں ہوتی

مطلب کے لیے بھی نہیں چلتا کوئی ساتھ
یہاں کسی کی ہمراہی بلا مفاد نہیں ہوتی

ہر در ہر جگہ سے ہوتی ہے ملامت
مردہ عزتِ نفس کبھی اِستاد نہیں ہوتی

نظر پا سکتی نہیں فلک عظیم کے کنارے
فلکِ بیکراں سے پھر کیوں امداد نہیں ہوتی

عمر رسیدہ فقیر

آس بھی ہے فریب دنیا بھی ہے فریب
امیدوں کی بستی کبھی آباد نہیں ہوتی

عمر بھر مانگنے کی آتی نہیں نوبت
نصیب والوں کی زبان پہ فریاد نہیں ہوتی

کچھ ضرر نہیں گر بلاؤں کو بھی لگا لیں گلے
بھنور میں بھی اِن کی نئیا برباد نہیں ہوتی

ہم تو مانگتے ہیں بس انہی سے
جن کی تقدیر میں کوئی افتاد نہیں ہوتی

کوئی پال سکتا نہیں بال بچوں کو
اور کسی کے نصیب میں اولاد نہیں ہوتی

ہم تو بس مرتے ہی رہتے ہیں رات دن
اس مرگِ مکرر کی کوئی معین تعداد نہیں ہوتی

درویش

جس حال میں بھی رکھے وہ رہتے ہیں خوش
اللہ والوں کی روح کبھی ناشاد نہیں ہوتی

قہر الٰہی کا ہے بس وہی مستحق
بارگاہ الٰہی میں جس کی زبان پہ فریاد نہیں ہوتی

جانے ہو روز محشر اُن کا کیا حال
بھنور میں یہاں جن کی نئیا برباد نہیں ہوتی

دیتا ہے وہ صدقہ بلاؤں سے خلاصی کا
سوالی کی نظر میں جس پر کوئی افتاد نہیں ہوتی

رہتے ہیں جو ہر دم پیر فلک سے برگشتہ
بستی ان کی امیدوں کی کبھی آباد نہیں ہوتی

☆☆☆☆

ہاتھ آیا نہ اپنے سنگ بھی تیرے در کا
اور روگ بھی لگا یوں ہی عمر بھر کا

ڈوبی نئیا لیکن موجِ ساحل نہ ملی
رزق تھا جیسے اپنا وجود بھنور کا

کام آئی نہ کوئی تدبیر وہ بھی خطا گیا
نالہ تھا جو میرے زخم جگر کا

جانے کب ختم ہو یہ اندھیری رات
جانے کب آغاز ہو گا سحر کا

اک دن لٹا بیٹھے گا عشق میں سب کچھ
جو بھی راہی ہے اس ڈگر کا

عبث گئی عمر بھر کی کاوش
صدمہ نہیں ہے یہ دم بھر کا

کوئی خاک میں رہے کوئی تاجِ شاہ میں
نصیب اپنا اپنا ہے ہر گوہر کا

کتنی قیامتیں ٹوٹی ہیں زندگی میں
ابھی باقی ہے اک روز اور محشر کا

حقیقت اس جہان رنگ و بو کی کچھ نہیں
یہ تو دھوکا ہے بس اک نظر کا

تلاش کی جب اپنے دشمن کی
ظالم نکلا وہ اپنے ہی گھر کا

چھانی اس نے تو جہان بھر کی خاک پر نصیب تیرا
اس میں قصور کیا پھر خلیلؔ بے بال و پر کا

☆☆☆☆

ہر قدم پر جو ٹھوکر کھائے پھر وہ کیوں قدم اپنے اٹھائے
ہو کیسے وہ راہ ہموار ہر قدم پہ ہو جہاں اک دیوار

کوئی نہیں غم سے دور ، ہر کوئی ہے یہاں مجبور
ہے اصل میں شب تار جسے کہتے ہیں ہم سنسار

مل جاتی ہے پناہ چاہے کیا ہو کیسا ہی گناہ
پر جسے کرے تقدیر شکار اسے ملے نہ کہیں زنہار

رہتا نہیں زندگی میں مزا گر آدمی ہو کسی مصیبت میں مبتلا
دل ہو جاتا ہے بیزار جب حالات ہوں ناسازگار

زندگی کے ہیں چار دن پھر کوئی کرے کیسے ناممکن کو ممکن
راہی کرے کیا جب راہ ہو ناہموار چلے یا کرے راہ ہموار

دل میں ہو جس کے غم ہو جاتا ہے وہ بے دم
دکھ ملیں جب آدمی کو ہزار پھر پڑے وہ کیوں نہ بیمار

شکست میں بدل جائے اگر جیت تو پھر کوئی گائے کیوں خوشی کا گیت
سر پہ ہو جس کے غموں کا بار عیش و نشاط سے اُسے کیا سروکار

وہ دن بہار کے گزر گئے ٹوٹ کر خواب سب بکھر گئے
امیدیں ہوئیں ہیں سب مسمار اب دل میں ہے تمناؤں کا مزار

جو ہو حالات کے دھارے پر وہ لگتا نہیں کبھی کنارے پر
نہ ہو جس کا پتوار ہوتی نہیں وہ کشتی کبھی پار

☆☆☆☆

مانا کہ زخم عشق کی نہیں کوئی دوائی ہے
پر تابِ رخ یار میں غضب کی تاثیر مسیحائی ہے

زندہ ہو گیا بس دل مردہ
ویران آنکھوں میں اک چمک سی ابھر آئی ہے

اک دیا سا روشن ہوا ہے دل میں
امید کی کرن اندھیروں میں جگمگائی ہے

پائے تمنا میں ہزار دیئے آس کے بجھا کر
آج پھر اک شمع نئی ہم نے جلائی ہے

گزرا ہے جیسے کوئی جھونکا باد بہار کا
دل کے آسمان پہ رُت مستی کی چھائی ہے

یوں لگتا ہے کہ بس بنے گی تو ہی میری دلہن
ہر راہ میں جیسے بج رہی شہنائی ہے

اک نئی امید نے گرمایا ہے دل
پھر من میں تمنائے دشت پیمائی ہے

پھر تیرا خیال آیا ہے من میں
پھر تیری تصویر نگاہوں میں سمائی ہے

☆☆☆☆

عمر بھر کی حسرتوں کا آشیانہ بنا رکھا ہے
ہمیں تو جستجوئے دل نے دیوانہ بنا رکھا ہے

عقل بھی تابع ہو جاتی ہے دل کے کہ جس نے
ہر کسی کو شمعٔ آرزو کا پروانہ بنا رکھا ہے

شدت غم میں گر جاتی ہے سد اختیار
ساقی نے جانے کس خلش میں میخانہ بنا رکھا ہے

کوئی کوئی پاتا ہے یہاں گل مراد
چراغِ منزل کو گو کہ سب نے نشانہ بنا رکھا ہے

گزرتی ہے کسی کی زندگی بادشاہوں کی طرح
کسی کی زندگی کو مقدر نے افسانہ بنا رکھا ہے

موت تو بس اک پردہ ہے دنیا سے
اے نادان عمر کو خدا نے جاویدانہ بنا رکھا ہے

جانے کیوں فکر معاش میں پریشان رہتے ہیں لوگ
ہر ایک کے رزق کا اُس نے دانہ بنا رکھا ہے

رحمت و قہر دیکھئے کہ ملے گی نیکوں کو جنت
اور گناہگاروں کے لئے جہنم کا دہانہ بنا رکھا ہے

ہر موج بحر لگتی ہے آ کے کنارے
بحر آرزو نے جانے کہاں سوانہ بنا رکھا ہے

کم سنی ہی میں مچلتا نہیں کسی چیز کے لئے دل
پیری میں بھی تمنا نے مزاج کو طفلانہ بنا رکھا ہے

گو کہ نگاہِ ظاہر سے نہاں ہے شاہِ عالم
لیکن مخلوق سے اک تعلق غائبانہ بنا رکھا ہے

جس خوش نصیب کی بیت شاہ میں ہوئی پیدائش
اس ناسمجھ کو بھی دنیا نے فرزانہ بنا رکھا ہے

رہ رہے ہیں بس ارمانوں کے گورستان میں
کہنے کو تو یہاں ہر کسی نے آشیانہ بنا رکھا ہے

کسی غرض نے بنایا ہے اسے حبیب صادق
جس نے بھی آپ سے تعلق محبانہ بنا رکھا ہے

کسی نے اپنے ہاتھ سے بنایا گھر کو گلستان
اور کسی نے اپنے کیے سے گھر کو ویرانہ بنا رکھا ہے

بس عشق الہٰی کے مستانوں کو نہیں فکر دنیا
باوجود ہزار ملامت اپنا حال فقیرانہ بنا رکھا ہے

کوئی اچھا ہو نہیں سکتا کہ ہر کسی نے
اپنی پسند کو اچھائی کا پیمانہ بنا رکھا ہے

خلیلؔ یوں تو غزل سرا رہا عمر بھر
پر کچھ عجب ہی آج تو ترانہ بنا رکھا ہے

☆☆☆☆

جب سے ہم میں تم میں جدائی ہوئی
تب سے ختم میرے حسن کی رعنائی ہوئی

رخصت ہوا ان لبوں کا تبسم
اور مدھم آنکھوں کی روشنائی ہوئی

درد جس کا ہر پل تڑپائے
چوٹ ہم نے ایسی ہے کھائی ہوئی

ہم نے تم کو چاہا تم نے ہم کو
یہ چاہنا بھی گویا اک برائی ہوئی

ہاتھ آیا نہ ہمارے کچھ عاشقی میں
اور زمانے بھر میں رسوائی ہوئی

راہ عشق میں کوئی پا نہ سکا منزل
ہم نے بھی ہے اپنی قسمت آزمائی ہوئی

ہوئے غم عشق کے زنداں میں اسیر
خوشیوں کی قید سے تو رہائی ہوئی

☆☆☆☆

شمع شب غم اور شاعر

شمعٔ شب غم

نہ چراغ آس ہوں نہ چراغ یاس ہوں
شب غم میں گو کہ تیرے پاس ہوں

ظلمت کدہ ہے میرے دم سے روشن
پر نہیں اس میں کوئی امید کی کرن

اشرف المخلوقات بھی ہے نخچیر مقدر کا
حاصل ہے یہ میری عمر بھر کا

بس رات بھر جلنا ہے میرا نصیب
پر جل کر شب و روز پایا تو نے کیا اے حبیب

شاعر

گو کہ اسیر ہوں زندانِ تقدیر کا
پر ذرا دیکھ دوسرا رخ بھی تصویر کا

پایا یہ میں نے جل کر شب و روز
کہ اک عالم میں ڈنکا ہے میری تحریر کا

☆☆☆☆

دنیا میں تو ہو اک عذاب کی طرح
کیا قیامت میں ملو گی ثواب کی طرح

اپنے دل کے سمندر میں ڈبو لے مجھ کو
تڑپ رہا ہوں ماہی بے آب کی طرح

ملو کبھی تو آ کر یہ پردہ کیسا
آپ نے تو نہیں ڈالی حجاب کی طرح

مثل تعویذ سینے سے لگا کر رکھ
طاق نسیاں میں نہ رکھو مجھے کتاب کی طرح

یہ نہ سمجھو کہ جوشِ الفت ہوا سرد
آج بھی مضطرب ہوں سیماب کی طرح

سب ہی اچھے نہیں اس گزرگاہ میں
دل کو نہ بناؤ شہر کے باب کی طرح

☆☆☆☆

کبھی ہم کو بھی تم سے پیار تھا
ہر پل بس تمہارا ہی انتظار تھا

ترستا تھا تمہیں دیکھنے کے لیے
دل نادان کتنا بے قرار تھا

بھلا کر تجھے پایا چین و قرار
تیرا پیار تو اک دکھ تھا آزار تھا

ہوئے زخمی گلے سے لگا کر
جسے ہم گل سمجھے وہ خار تھا

دیوانگی جو ہم پہ طاری تھی
نشہ عشق کا وہ تو بس خمار تھا

بھولے سے ڈالا راکھ میں ہاتھ
جسے ہم شعلہ سمجھے وہ شرار تھا

بدل گیا اے صنم وہ تیرا خلیؔل
جو کبھی تیرے غم میں بیمار تھا

☆☆☆☆

ملے منزل تقاضا ہے یہ مراد کا
اب جانے کیا ارادہ ہے مقدر کے صیاد کا

عالم افتاد میں رازِ تبسم کون جان سکے
یہ بھی اک رنگ ہے دل ناشاد کا

سوزِعشق نے نکالی پربت سے جوئے شیر
یوں تو بڑا مشکل تھا کام فرہاد کا

جہان بھر کی ملامت ہوئی اپنا مقدر
پایا نہ زبان عالم پہ حرف داد کا

پھول کھلیں چمن میں ہر سو
ہر جانب ہو شجر گل مراد کا

خطائے آدم کہ زمین پہ آ کر
انسان نے دیکھا کھیل ابر و باد کا

کسی کے درد کو کوئی کیا جانے
یہاں تو ہر کوئی ہے بس اپنے مفاد کا

اچھا ہے کہ زندگی گزرے پرسکون
کوئی جملہ نہ کہیے زبان سے فساد کا

☆☆☆☆

پوچھو تو مجھ سے کہ کہاں رہتا ہوں
بس تیرے ہی خیال میں نہاں رہتا ہوں

نہ گلہ ہے اپنوں سے نہ شکایت ہے زمانے سے
میں تو بس اپنی ناکامیوں سے نالاں رہتا ہوں

نہ کوئی آس ہے نہ کوئی امید
پھر بھی جانب منزل رواں رہتا ہوں

وقت کے مرہم سے بھی بھر سکا نہ زخم
تلاش منزل میں منت کش درماں رہتا ہوں

یا تیری الفت ہے دل میں موجزن
یا پھر میں غزل خواں رہتا ہوں

☆☆☆☆

تبسم گرمیٔ نفس کا اک انداز ہے
آہ غم دل کا ساز ہے

نیکی خدا کی توفیق گناہ باعث عذاب
اپنے کیے پہ یہاں کسے ناز ہے

کون جانے مہر و ماہ کی حقیقت
جو آشکار ہے وہ بھی اک راز ہے

جہاں میں اک ہنگامۂ شوریدگی ہے برپا
کوئی سر بگریباں ہے کوئی نوا پرداز ہے

کہیں بے آب صحرا کہیں پانی کا دریا
ہر مقام پہ تصویر دنیا میں تضاد ہے

زندان تقدیر میں سب اسیر ہیں یہاں
زندگی سراپا غم کی آواز ہے

نشیب وفراز زیست میں رواں رکھتا ہے دل
دم عقل و خرد سے خار و گل میں امتیاز ہے

روزی روٹی کے لیے پریشان ہے ہر شخص
واسطے رزق کے ہر طائر کی پرواز ہے

باطل بھی رکھتا ہے یہاں ہزار دلائل
اپنے کیے کا ہر کسی کے پاس جواز ہے

وہ کارساز عالم آدمی کو بس فکر من
وہ بے نیاز ہے انسان سراپا نیاز ہے

کیوں بدلے پھر حالات کی تصویر
بے ذوق سجدوں سے خدا کو احتراز ہے

کار جہاں میں کھو گیا مقصد حیات
کس کے من میں اب فکر روزہ و نماز ہے

کسی کو جینا دشوار ہے یہاں
کسی کے لیے زندگی جیسے محبوب کا ناز ہے

دیکھتا ہوں تصویر حالات نظر غائر سے
خلیلؔ بس اپنی فہم کا رقم طراز ہے

☆☆☆☆

جب کسی کا ہو انتظار تو پھر دل کیوں نہ ہو بے قرار
آ جا اے میرے یار کہ اب جانے کو ہے فصل بہار

تیرے غم میں جلوں اور تجھ سے مل بھی نہ سکوں
کر کے تجھ سے پیار ہوا میں کتنا خوار

اگر رہی تیری یہی ریت تو زندگی جائے گی میری بیت
بتا مجھے اے ستم شعار کروں اب اور کتنا انتظار

ہو جاتی ہے زندگی تباہ پر ملتی نہیں منزل کی راہ
جو ہوا عشق میں گرفتار اسے ملے بس راہ کی گرد و غبار

بہت بے قرار ہے میرا دل بس اک بار آ کے مل
چلا نہ جائے کہیں ابر بہار گزر نہ جائے کہیں باد بہار

بدل جائے گا سماں آ جائے گی وقت سے پہلے خزاں
ابھی تو ہے نو بہار لوٹ جا اے نو گرفتار

عشق بادشاہوں کا کام غریب ہوتے ہیں ناکام
پڑے جب حالات کی مار اتر جائے پھر عشق کا خمار

پڑھے جو تو گر میرا دیوان پتہ پھر چلے تجھے اے نادان
کہ جو ہے تیرے غم میں بیمار اُسی خلیلؔ کے ہیں یہ اشعار

☆☆☆☆

راہ جستجو میں ہر دیوار و در دیکھتے ہیں
ہم تو اپنا مقصد ہر نظر دیکھتے ہیں

یہ آہ تو ہے بس اک فطری امر
ہم کہاں اس کا اثر دیکھتے ہیں

کبھی آتا ہے جو خیال ماضی
اک کاوش مسلسل عمر بھر دیکھتے ہیں

قیس و کوہکن سے ہزاروں بدنصیب ہیں یہاں
کہ تمنائے وصل میں ہجر کا در دیکھتے ہیں

سکون کی تلاش میں اٹھائے بہت دکھ
کنارے کی تمنا میں اک نیا بھنور دیکھتے ہیں

کچھ نیا نہیں اس گردش لیل و نہار میں
پھر وہی رات پھر وہی سحر دیکھتے ہیں

تلاش منزل میں چھانی صحراؤں کی خاک
ناکام زندگی کا ہر سفر دیکھتے ہیں

بارہ برجوں میں بھی پا سکیں نہ راز نجات
وہ جو آدمی کو محکوم شمس و قمر دیکھتے ہیں

فائدہ نہ دیں اُن کو کچھ پتھروں کے خواص
جو بدل بدل کر انگشتری میں گوہر دیکھتے ہیں

اچھی گزرے یا بری گزارنی پڑتی ہے زندگی
اپنا اپنا سب یہاں مقدر دیکھتے ہیں

کس کی تار ہے ڈھیلی کون جانے
شاید کہ ہو کرم جہاں قہر دیکھتے ہیں

☆☆☆☆

اک بار جو تیرا دیدار ہو گا
زخم سینے کا پھر سے بیدار ہو گا

پھر دامن گیر ہو گا غم لیلیٰ
پھر شترِ دل بے مہار ہو گا

آرزوئے گل میں کہیں زخمی ہو نہ ہاتھ
وصلِ گلِ رنگین سے پہلے مقابلۂ خار ہو گا

تیری فرقت میں جو ناطہ ٹوٹ گیا
تیرے دیدار سے وہ رشتہ پھر استوار ہو گا

خیالِ یار کو پابند کر سکا کون
ہم ہوں گے اور تیرا آزار ہو گا

وہ دن عید کا گر وصالِ یار ہو
رتِ خزاں کی اپنے لیے موسمِ بہار ہو گا

جلے گا تڑپے گا رہے گا ہر دم مضطرب
یہ دل نہ تیری یاد سے ناچار ہو گا

سوچتا ہوں کہ بھلا ہی دوں تجھے
تیری نظر کا تیر مگر دل کے پار ہو گا

میری زندگی میں ذرا بھی سکون نہیں
دکھ اتنے ہیں کہ تیرا غم نہ آشکار ہو گا

ہم تو سمجھے تھے کہ تیرا خیال غم گسار ہو گا
کیا معلوم تھا کہ دل پھر سے بے قرار ہو گا

دور رہ عشق مجازی سے تو خلیؔل
حالات سے لگتا ہے کہ خوار ہو گا

☆☆☆☆

سنتا کوئی کیوں کہ قصہ دکھ و آزار کا تھا
کیا بتاؤں کہ کیا حال دل ناچار کا تھا

یہ تعبیر ہے نہ جانے کس خواب ہولناک کی
جو دیکھا تھا وہ تو سپنا بہار کا تھا

راہ میں تھے بکھرے کانٹے ہی کانٹے
ہر قدم پر درد اک نئے خار کا تھا

نادانی میں یہ کیا کر گئے ہم
جو کھیلا تھا وہ کھیل تو شعلہ و شرار کا تھا

عمر بھر بس دیکھا کیے راہ امید
میری آنکھ میں اک اثر انتظار کا تھا

کچھ مقدر میں لکھی تھیں ٹھوکریں
کچھ ستم زمانے کی تلوار کا تھا

بے کراں آسمان کی وسعتوں میں
بہت محدود دائرہ میرے اختیار کا تھا

☆☆☆☆

زندگی میں وہ گھڑی بہت بری ہوتی ہے
نگاہ یار جب دل کے پار ہوئی ہوتی ہے

کیا کیجیے جب دیدار نہ ہو
نگاہ لیکن جلوے کو ترسی ہوتی ہے

پھر کیفیت دل کا پوچھیے نہ حال
چھری سی سینے میں اتری ہوتی ہے

ہونے لگتا ہے عجب سا احساس ویرانی
گو کہ کسی چیز کی نہ کمی ہوتی ہے

ہر دم رہتا ہے خیال یار دل و دماغ میں
کاوشِ ناؤ نوش پھر غیر ضروری ہوتی ہے

پھر خوف ملامت نہ اندیشہ رسوائی
کسی کی پرواہ نہیں کچھ بھی ہوتی ہے

قرار ملتا ہے پھر بس دیدار یار سے
ہر پل اک بے کلی سی ہوتی ہے

گر روئے یار پہ دکھائی دے بے رخی
زندگی کی گویا وہ آخری گھڑی ہوتی ہے

نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ زمانے کی
نشہ عشق میں کچھ ایسی مستی ہوتی ہے

اور وہ گھڑی تو ہوتی ہے بہت کٹھن
شمعٔ امید جب بجھ گئی ہوتی ہے

ہم نے دیکھا ہے عاشقوں کا حال
چہرے پہ افسردگی آنکھوں میں نمی ہوتی ہے

☆☆☆☆

بس اک دھواں سا دل سے اٹھا ہے
جو کچھ کہ میرے قلم نے لکھا ہے

کوئی سکھی ہے پا کر زمانے بھر کی خوشیاں
کوئی سوچتا ہے کہ مجھے کیا ملا ہے

اس روشنی میں دیکھ زیست کے نشیب و فراز
جب تک جلتا یہ دل کا دیا ہے

کوئی دے دیتا ہے یہاں کسی کے لئے جان
اور کوئی حد درجہ بے وفا ہے

ہر دعا کا ملتا ہے اجر
یہ نہ کہو کہ نالہ نارسا ہے

☆☆☆☆

محبّ اور محبوب

محبّ

سب کچھ لٹایا تیری چاہت میں
ہمیں کیا ملا اس محبت میں

تیری چاہ میں ہوا ہوں تباہ
پھر بھی ملتی نہیں منزل کی راہ

تجھ ہی میں کھویا رہا ہر دم
نہ کبھی بدلی اپنی نگاہ

کیوں نہیں ملتی ہمیں شب وصل
کیا ہے ہم نے آخر کیا گناہ

صلہ یہ ملا ہے اس پیار کا
کہ لب پہ رہتی ہے ہر دم آہ

بس دکھ ہی ملے تیری چاہت میں
کیسا ہے یہ پیار کیسی ہے یہ چاہ

بن گئے ہیں سب یہاں دشمن
ملتا نہیں کوئی اک بھی خیر خواہ

دیواریں کھڑی ہیں ہزار راہ میں
ہو آخر کیسے تیرا میرا نباہ

محبوب

چاہنے والے کبھی سود و زیاں کا حساب نہیں کرتے
کسی بھی مشکل کے سامنے حجاب نہیں کرتے

یہ چوٹ ہم نے کیسی ہے کھائی
کہ وصل کی آرزو میں پائی جدائی

گر لٹایا ہے تم نے اپنا سب کچھ
تو مول لی ہے ہم نے بھی رسوائی

یہ نصیب اپنا کہ ملی نہ منزل
ہم نے تو نہیں کی بے وفائی

تجھ بن جینا ہے دو بھر
کیا اچھی لگتی ہے مجھے تنہائی

زخم کون سا ہے نہیں جو کھایا
تم تو نہ کہو مجھ کو ہرجائی

رات کی آزردگی دن کی افسردگی
ہم نے ہے پائی یہ لذت آشنائی

تڑپوں رات دن پر ملے نہ تو
جانے کس گناہ کی سزا ہے پائی

☆☆☆☆

زیب دیتی نہیں آدمی کو تکیہ نشینی
بیماری کے آرام سے تندرستی کی مزدوری اچھی

کون چاہتا ہے کہ رہے بستر پر
کسے لگتی ہے یہاں معذوری اچھی

گر شہر میں سکون نہ ملے خلیؔل
تو دشت کی ویرانگی میں مہجوری اچھی

☆☆☆☆

دست و پا میں ہیں زنجیریں اور دل دیوانہ ہے
یوں تو ساقی ہے جام ہے مے خانہ ہے

بس راکھ ہی راکھ ہے سب کچھ ہوا خاک
خزاں مہربان ہے جس پہ یہ وہ ویرانہ ہے

ہزاروں گل کھلے تھے کبھی اس چمن ویران میں
اب نہ وہ موسم ہے اب نہ وہ زمانہ ہے

رنج دینا ہی شاید ہے مقصود نصیب
صیاد مقدر کو چاہیے بس کوئی بہانہ ہے

یہاں کبھی بنا کاوش ہی مل جاتا ہے گوہر مراد
اور کبھی کوشش کیے بھی ملتا نہیں کوئی خزانہ ہے

پہنچ کر منزل مقصود پر رہے جو خالی ہاتھ
ہر مقام اس کی نگاہ میں دھوکے کا ٹھکانہ ہے

☆☆☆☆

میرے پاس جو تو اے دل ربا نہیں ہے
بتا پھر کیا یہ میری قضا نہیں ہے

عمر بھر ستائے گا تیرا غم
دکھ یہ دم بھر کا نہیں ہے

وہ باتیں تمہاری وہ ملنا تمہارا
کچھ بھی مجھے تو بھولا نہیں ہے

ہوا تھا کبھی تیرے ہم نشیں
اور دل آج تک سنبھلا نہیں ہے

غم دل کیوں کم نہ ہوا
شاید کوئی آنسو بہا نہیں ہے

دیکھے ہیں یوں تو بہت خواب
پر اب تک کچھ ملا نہیں ہے

دل نہ لگا دنیا سے خلیلؔ
بہار یہاں سدا نہیں ہے

☆☆☆☆

حقیقت انسان

ہزار ہا خواہشوں کا اسیر ہے
انسان ہر حال میں بس فقیر ہے

مجبور ہے پھیلانے پر یہاں دامن سوال
چاہے کوئی غریب ہے چاہے کوئی امیر ہے

قیس صحرا نشین ہوا لیلی کے لیے
یہاں رانجھے کو ملتی نہیں ہیر ہے

کچھ وقعت نہیں حضرت انسان کی
مرہون مقدر جس کی ہر تدبیر ہے

کبھی مانگتا ہے رو رو کے دعائیں
کبھی دیکھتا اپنی آہ کی تاثیر ہے

مثل حباب ہے زندگی کچھ بھروسہ نہیں
ہر چیز ہے فانی آدمی تن بہ تقدیر ہے

آہ بے بسی کہ احساس ناچاری ہوتا ہے تب
آنکھ میں پانی بن کر آتا جب نیر ہے

کبھی ہار کر سی لیتا ہے لب گفتار کو
کبھی گھبرا کر بارگاہ الٰہی میں کرتا تقریر ہے

ہر آدمی ہے بس اپنی دھن میں مگن
ہر کسی کو کوئی نہ کوئی فکر دامن گیر ہے

☆☆☆☆

سب کچھ بھلا کر اک نیا غم لئے جا رہا ہوں
تیری جدائی میں ستم دل پر کیے جا رہا ہوں

دردِ دل سے کیوں نہ ہوں پرنم آنکھیں
بہہ نہ سکے جو وہ آنسو پیئے جا رہا ہوں

عمر بھر تو آہوں کا اثر دیکھتا رہا
اور اب دامن کے چاک سیے جا رہا ہوں

تمنائے دل نہ ہوئی کبھی شکارِ ہوس
بس اک تیرا غم ہی تو لئے جا رہا ہوں

☆☆☆☆

نہ جانے کیسے یہ درد سہہ لیتا ہوں
جدا ہو کر بھی تجھ سے زندہ رہ لیتا ہوں

تیرے دیدار سے کچھ تو سکون ملے گا
یہ سوچ کر بحرِ درد میں بہہ لیتا ہوں

☆☆☆☆

مرید اور مرشد

مرید

پایا ہے میں نے آپ کو بڑی مشکل سے
فیض دیجیے اب مجھ کو اپنے دل سے

نظر کیجیے کچھ ایسی مجھ پر
کہ نکل جاؤں میں ہر مشکل سے

یقین کامل ہے کہ آپ کی دعا سے
لگ جائے گی میری کشتی ساحل سے

مرشد

میں کیا اور کیا اوقات میری
مثل موسیٰ نہیں خدا سے ملاقات میری

دل میں امید کرم ہے اور منتظر کرم ہوں
تیری ہی طرح ہے کالی رات میری

خدائے بزرگ ہی کرتا ہے بس رحم
آہ کہ ہر دم جس کی محتاج ذات میری

کسی مشکل سے تجھ کو نکال نہیں سکتا
بس اک نصیحت ہی ہے سوغات میری

مرید

پڑا ہوں ایسی مشکل میں کہ نجات نہیں ملتی
ہو جس کی سحر وہ رات نہیں ملتی

ہزار ہا مصائب اور اک میری جان
کروں کیا کہ سکون کی کوئی بات نہیں ملتی

بے نتیجہ ہیں میری صدائیں میری دعائیں
ہو جس سے آرزو پوری وہ مناجات نہیں ملتی

عمر بھر کی آزردگی سے نبرد آزما ہوں
لگاؤں جسے سکون پہ وہ گھات نہیں ملتی

کیا آخر کیا گناہ کہ میسر نہیں کہیں پناہ
نگاہ شاہ عالم کی التفات نہیں ملتی

بے اثر ہے دل مضطر کی فریاد
دست فلک سے مجھے کوئی خیرات نہیں ملتی

انتہا کو پہنچنا تو ہے دور کی بات
مجھ بد نصیب کو شروعات نہیں ملتی

مرشد

رہن سہن ہے تیرا مثل یہود و ہنود
بوجھ ہے دھرتی پہ بس تیرا وجود

پڑھی نہیں تو نے شاید کبھی نماز
ناپید ہے پیشانی پہ اثر سجود

اطاعت و عبادت کی نہیں تجھے عادت
ہو ان حالات میں کیوں تیری بہبود

ذکر الٰہی سے ہوتی ہے چشم دل بینا
حب دنیا میں دل کی محویت بے سود

ہو گی نگاہ شاہ عالم کی التفات
رہے نہ گر تیری فکر دنیا تک محدود

کیوں پوری نہ ہو آدمی کی دعا
ہر لفظ ہو مناجات کا گر خون جگر سے آلود

گر پانی ہے ان سختیوں سے نجات
تو پڑھ کسی گوشے میں بیٹھ کر درود

یہ ہے رازِ کامرانی کہ چل کر راہِ عمل پر
ملتا ہے آدمی کو اس کا مقصود

مرید

کچھ کام نہ آئی میرے صحرا نوردی
باوجود ہزار کوشش منزل نہیں ملتی

بھٹک رہا ہوں دل میں آرزو لیے
بھنور میں ہے نئیا موج ساحل نہیں ملتی

مرکوز ہے نگاہ صیاد بس مجھ ہی پر
چشم عتاب کبھی غافل نہیں ملتی

مرشد

یہاں بس وہی پاتا ہے در منزل
ارادہ ہو جس کا مستحکم و مستقل

کنارا ملے کیوں جب تندی نہ ہو لہر میں
موج بے تاب ہی کو ملتا ہے ساحل

خطا ہے تیری غفلت و بے عملی
نگاہ صیاد پھر کیوں رہے غافل

کج رفتاری کے سبب ہیں یہ سب آزار
یہ صحرا نوردی تو ہے بس سعی لا حاصل

ہو کر تائب چل راہ مستقیم پر
خدا جانب خطا کار ہوتا نہیں مائل

مرید

شہرہ ہے عالم میں آپ کی ہر کرامت کا
اور سر لیے پھر رہا ہوں میں بس ندامت کا

ہر رات تاریک ہر دن روز محشر سا
گزرتا ہے میرا تو ہر پل قیامت کا

جانے کیوں ہوئی ذلت و رسوائی میرا مقدر
سنتا ہوں جا بہ جا حرف ملامت کا

بگڑ جاتی ہیں تصویریں الٹ جاتی ہیں تدبیریں
گر جاتا ہے ہر ستون میری نظامت کا

مرشد

دنیا تیری منزل عیش و عشرت کا تو شیدائی
اس گفتگو سے میں نے یہ کھوج لگائی

تو سوالی ہے کسی اور در کا
اپنی منزل آخرت ہنگام جہاں سے جدائی

تو نیرنگ جہاں و تمنا کا رہرو
اس راہ میں ہے بس ذلت و جگ ہنسائی

سکون ہے مضمر اتباع شریعت و سنت رسول میں
ملے گی یہاں تجھے دنیا و آخرت کی بھلائی

چل کر اس ڈگر پر تو نے پایا کیا
عمر بھر کی آزردگی و محض رسوائی

مرید

رکاوٹیں ہیں ہزار راہ میں
آتی نہیں منزل نگاہ میں

نہ نالے میں میرے تاثیر ہے
نہ اثر ہے میری آہ میں

زخم خوردہ ہوں صیاد مقدر کا
اٹھائے بہت دکھ اک آرزو کی چاہ میں

ہر آزار ہے مجھ پہ مسلط
کتنے ہی دکھ ہیں میری پناہ میں

اک میں نے ہی کچھ نہ پایا
جھولی رہی خالی خدا کی بارگاہ میں

بس سختیاں جھیلنا ہے آدمی کا مقدر
کوئی جیے کیسے اس آشوب گاہ میں

طرۂ امتیاز ہے میرا نامرادی
بس خاک ہی خاک ہے میری کلاہ میں

مرشد

بھلا کر حدیث و قران کو نکلے جو سفر پر
ہزاروں رکاوٹیں دکھتی ہیں اسے راہ میں

دعوئ اثر جز ضیاع وقت کچھ نہیں
گر تاثیر دل شکن نہ ہو آہ میں

نظر میں ہو ہوس اور دل میں صنم
تو آتی نہیں پھر منزل کبھی نگاہ میں

وہی زخم خوردہ رہتا ہے صیاد تقدیر کا
گزرتا ہو ہر پل جس کا آرزو کی چاہ میں

اثر حب دنیا ہے جن کے نالے میں
جھولی ان کی رہتی ہے خالی خدا کی بارگاہ میں

حب الٰہی سے بدل جاتی ہے تقدیر
دکھ رہتے نہیں پھر آدمی کی پناہ میں

اچھی بری تقدیر پہ ایمان ہے لازم
چاہے خاک رہے یا گوہر زندگی بھر کلاہ میں

مزید

بس یہی ہے حقیقت میری کہ برباد ہوں
محصور ہوں زندان تقدیر میں کہنے کو آزاد ہوں

بہر تسکین کوئی بات نہیں کوئی خبر نہیں
بھری دنیا میں بس اک میں ہی ناشاد ہوں

دست جفا کش بھی نہ کھول سکا در مراد
کہنے کو تو ہر فن میں استاد ہوں

ممکن بھی ناممکن ہوا جہاں میرے قدم پڑے
دھرتی پہ گویا اک افتاد ہوں

جلایا مجھ کو برق حالات نے
معتقد توحید ہو کر بھی نامراد ہوں

جانے کیوں حصار غم میں محصور ہوا
ہزار ہا مصائب کے لیے پرساد ہوں

رہتا ہوں ناکام ہوتی ہے ہر بازی میں مات
باوجود اس کے کہ بڑا نقاد ہوں

مرشد

نہاں اس کی نظر سے حقیقت کا راز ہو
جو مجروح نظارۂ مجاز ہو

نالہ کیوں نہ ہو فلک رسا
گر لے آدمی کی جگر گداز ہو

طلسم فریب نگاہ سے جو بچا لے خود کو
ہر نیاز سے وہ بے نیاز ہو

وا ہو جائے گر دیدہ باطن
وداع شب ہو سحر کا آغاز ہو

ذکر نفی سے ہو جائے ہر یاس کی نفی
کف افسوس ہی پھر دست اعجاز ہو

روش ہو ایسی کہ پیر فلک کے پاس
رد دعا کا نہ کوئی جواز ہو

طے کر کے راہ فقر کی منزلیں
پروردگار عالم سے راز و نیاز ہو

شب بیداری سے کھلتے ہیں سب اسرار
ضروری ہے کہ مطمعٔ نظر روزہ و نماز ہو

دل لگا کر اُس شاہ عالم سے
ہر نشیب آدمی کا فراز ہو

ظاہر پرست کی قبول ہوتی نہیں کوئی دعا
چاہے نالہ کتنا ہی دراز ہو

خاک بھی اس کے ہاتھ میں بنے سونا
نظر میں پیر فلک کی جو ممتاز ہو

مرید

سنور جاتی ہے بگڑے ہوئے حالات کی تصویر
سنا ہے کہ اسمِ اعظم سے بدل جاتی ہے تقدیر

برگ کاہ سے بھی کم ہے میری وقعت
نہ نخچیر ہوں نہ فتراک میں ہے کوئی نخچیر

کاٹی ہر طرح کی سزا جانے کیوں
مجھ ہی سے ہوئی کیا دنیا کی ہر تقصیر

رنگ بھر لوں اسمِ اعظم سے تصویرِ زندگی میں
ہاتھ آ جائے میرے کاش یہ اکسیر

مجھ بے دم کو بھی دم دیجیے
اپنے دست شفقت سے اسم اعظم دیجیے

مرشد

امید کے پھول اب تُو چن لے
ذرا غور سے میری بات سن لے

گر انتشار ہے تیری سوچ میں
تو فکر کے تانے بانے بن لے

مرید

ہمہ تن گوش ہوں فرمائیں
انتظار نہ اور اب مجھ کو کرائیں

مرشد

مایوس ہو کر نہ دن زندگی کے گن
اپنے عمل و ارادے سے کر ناممکن کو ممکن

کر دل سے خدائے ذوالجلال پر بھروسہ
شب یاس سے نکلے گا پھرامید کا دن

بتاتا ہوں تجھ کو کہ اسم اعظم کا راز کیا ہے
پہلے یہ تو دیکھ تو کہ روزہ و نماز کیا ہے

ارادہ جس کا مظبوط نہیں وہ بے دم ہے
استقلال راہ مستقیم وتوکل علی اللہ اسم اعظم ہے

☆☆☆☆

لیلیٰ

ہر دم جس کا دکھ سینے میں نہاں ہے
کوئی بتائے وہ میرا خلیل کہاں ہے

بلا لاؤ اسے کسی بھی طرح
چلے جاؤ وہاں وہ جہاں ہے

بس وہ ہی ہے ان نگاہوں میں
نہ زمین ہے نہ آسماں ہے

ہر پل ہے اس کا خیال
مجھے کہاں اپنا دھیان ہے

بس اک وہی نہ ملے یوں تو
زمیں سے آسماں تک کا عرفاں ہے

بس وہی تو ہے میری زندگانی
بس اُسی میں تو میری جاں ہے

☆☆☆☆

جب تیرا خیال رگ جان ہو جائے گا
نالہ بھی میرا پھر طوفان ہو جائے گا

رہے گی نہ ہمیں جب اپنی خبر
زمیں سے آسمان تک کا عرفان ہو جائے گا

بینش ظاہر میں جو آسمان لگتا ہے اب بیکراں
وہ بس نگاہ رسا کا اک دامان ہو جائے گا

برابر ہو جائیں گے نگاہ باطن میں زر و خاک
عالم کشف میں مشاہدۂ لا مکان ہو جائے گا

فکر دنیا و الفت جہاں رہے گی نہ دل میں
تیری راہ پہ رواں پائے امکان ہو جائے گا

اندیشۂ خار وخوف آفت نا گہاں رہے گا نہ ذرا
من سے زائل ہر اثر حرمان ہو جائے گا

میرے وجود سے بھی پھر مہکے گا چمن
لب آہ رسیدہ گل وبلبل کا ترجمان ہو جائے گا

تڑپے گا جب عشق الٰہی میں دل
رفو ہر چاک گریبان ہو جائے گا

اک پل کے لیے ہی نگاہ کرم کر دے
تیری تجلی سے میرا ویرانہ گلستان ہوجائے گا

اٹھا دے نظر کا ہر حجاب کہ اس بہانے
بے قرار دل کو کچھ اطمینان ہو جائے گا

دیکھیں کب تک وا ہو حجاب نظر
پیمانۂ شوق و جنوں کا امتحان ہو جائے گا

تاثیر مسیحائی نہ سہی لیکن میرے قدم سے
ہر بیاباں اک گلستان ہو جائے گا

دکھائی دیں گی جب منزلیں آسمانوں میں
پھر دل میں مدھم ہر چراغ ارمان ہو جائے گا

جستجوئے حق بدل دے گی اک دن زندگی
جانب الٰہی ہستی کا ہر میلان ہو جائے گا

اپنی دھن میں ہوں مگن چھیڑیے نہ تار دل
دیکھیے خلیؔل پھر غزل خوان ہو جائے گا

☆☆☆☆

لذت درد سے دل کو قرار ہے
تجھے پھر اب کس بات کا آزار ہے

کوئی امید نہیں وصل یار کی
دنیا تو بس ارمانوں کا مزار ہے

نہ چاہتے ہوئے بھی خیال یار آئے
دل پہ یہاں کسے اختیار ہے

نہ جانے اس کے جی میں کیا ہو
جس کے لیے یہ دل بے قرار ہے

جرم وفا سرزد ہوا مجھ سے
خطا یہ ہے کہ مجھے تم سے پیار ہے

آ جا کہ خزاں ہے میرے چمن میں
تم ہی سے تو دلکش موسم بہار ہے

راہ پہ نظر رکھے کب سے کھڑا ہوں
بے خبر پھنسا ہوا تیرا شکار ہے

نقش پا کے ساتھ جائے گی ضیائے رسوائی
چراغ عشق اپنے سایے میں تابدار ہے

☆☆☆☆

زن و مرد قوم کے سب ٹی وی کے دیوانے ہیں
حیران ہے فلک کہ یہ مسلمانوں کے گھرانے ہیں

کہتے ہیں کہ راگ سے سکون ملتا ہے روح کو
گھر گھر اس موسیقی کے شفاخانے ہیں

مقصود بس اسلام سے روگردانی ہے
تفریح کے تو محض بہانے ہیں

کیبل کا استعمال بھی اب ہوا عام
اس شمع کے تو کروڑوں پروانے ہیں

مسجدیں ہیں لا تعداد پر نمازیوں سے بے آباد
سنیما گھر ہیں پُر اور کہیں آباد میخانے ہیں

کیوں نہ ہو شرم و حیا ناپید
فحاشی و عریانی کے تو یہاں سبھی دیوانے ہیں

کسے ہے یاد اب تابناک ماضی اسلام
پرانے دور کے وہ تو سب افسانے ہیں

☆☆☆☆

قصہ ہے یہ دکھ و آزار کا
حال سن آج اک بیمار کا

جوانی میں مجھے مبتلائے مرض کیا کیوں
رُت ہے شباب کی موسم ہے بہار کا

کتنی بے معنی ہے اپنی زندگی کی کہانی
یہ قصہ نہ جیت کا ہے نہ ہار کا

نہ گل ہوں کسی دست نازنین کا
نہ میں دیا ہوں کسی مزار کا

نہ مجھ پہ نگاہ صیاد نہ نظر کاتب تقدیر
میرا وجود نہیں سزاوار انعام و شکار کا

روز جیتا ہوں روز مرتا ہوں
میرا بستر ہے گویا تختہ دار کا

گھر ہے خاک کا میری کلاہ
طرۂ امتیاز ہے یہ میری دستار کا

نہ کسی بات پہ نازاں ہوں نہ شرمندہ
تار تار ہے لباس میرے وقار کا

بس اک افسردگی سی چھائی ہے
اب وہ رنگ کہاں چہرے پہ نکھار کا

☆☆☆☆

ہر دم بجلیاں تاک میں ہیں آشیانے کی
سختیاں اپنے لیے ہی ہیں شاید سب زمانے کی

رہتا نہیں اس کے پر و بازو میں ذرا دم
شمع گل ہو گئی ہو جس پروانے کی

سراپا گھائل شکستہ سا ہے وجود
اب سکت نہیں رہی کوئی دکھ اٹھانے کی

ہر قدم پہ ٹھوکر ہر راہ میں دیوار
زندگی تو جیسے عبارت ہے کسی افسانے کی

مقدر کا مضراب ہے ساز زیست پر
اپنا نصیب کہ لے ہے پر سوز ترانے کی

اپنوں ہی کے ہاتھوں ملتے رہتے ہیں زخم
ضرورت نہیں کسی دشمن کو ستم ڈھانے کی

آگ و پانی کے کھیل میں پڑا ہوں کب سے
گر کشتی میں ہو چھید تو کیا ضرورت جلانے کی

☆☆☆☆

بے اثر اپنی آہ دیکھتا ہوں
میں جب بھی تیری راہ دیکھتا ہوں

نظر کرتا ہوں گر جو کبھی ماضی میں
کتنی ہی آفتوں کو اپنے ہمراہ دیکھتا ہوں

سکون کا کوئی اک پل میسر آتا بھی ہے کبھی تو
پھر کوئی افتاد ناگاہ دیکھتا ہوں

اپنی ہی بد نصیبی کے ہاتھوں
غم فرقت سے یہ تباہ دیکھتا ہوں

سسک رہی ہیں کتنی ہی حسرتیں
کتنے ہی ارمانوں کو تباہ دیکھتا ہوں

تو ہے منتظر اور کھڑا ہوں میں سر راہ
کیا کروں ہر قدم پہ اک چاہ دیکھتا ہوں

لے آئی ہے زندگی کچھ ایسی ڈگر پر
کبھی صحرا کبھی کوئی خانقاہ دیکھتا ہوں

ملا کیا دامن پھیلا کر بھی اے فلک
دست سوال میں بس پرکاہ دیکھتا ہوں

کیوں قبول ہوتی نہیں دعا میری
یہ سوچ کر اپنے گناہ دیکھتا ہوں

اپنی خود غرضی سے ہوں شرمسار
چوٹ کھا کر خدا کی بارگاہ دیکھتا ہوں

☆☆☆☆

میری زندگی میں بہار لے آنے کے لیے
کوئی گیا ہے اسے بلانے کے لیے

نجات ملے کسی طرح اس جنوں سے
دعا کرو یہ مجھ دیوانے کے لیے

بہار رہتی نہیں سدا دنیا کے کسی چمن میں
کھلتے ہیں پھول یہاں مرجھانے کے لیے

سرگرداں ہوں تمنائے وصل یار میں
تنکے ہی نہیں ملتے آشیانے کے لیے

گرا ہوں کچھ ایسا کہ اب اٹھنا محال ہے
وقت بھی نہ ملا ہم کو قدم جمانے کے لیے

لب ریز ہو گئے ہیں صبر کے پیمانے
بہتر ہیں یہ حالات کسی افسانے کے لیے

☆☆☆☆

بس اک تیرا غم ہی تو نہیں مجھ ناچار کے ساتھ
غم اور بھی ہیں دل بے قرار کے ساتھ

من کے ویرانوں میں بھٹکتی ہے تیری یاد
رہتا ہے تیرا خیال امیدوں کے مزار کے ساتھ

عشق میں سکون بھی ہے بے آرامی بھی
بے چینی بھی ملتی ہے اس قرار کے ساتھ

لے دوا کیسے بیمار نہ ہو گر تیماردار
ظلم ہے یہ صنم بیمار کے ساتھ

ہر پل دل میں رہتا ہے تیرا خیال
تُو دیکھتی تھی مجھے بڑے پیار کے ساتھ

کسے آرزو ہے گھر جلانے کی
خرد مند کھیلتے نہیں شعلہ و شرار کے ساتھ

دست آرزو رہتا ہے عمر بھر مجروح
آتا ہے ہاتھ میں گل الفت ہزار ہا خار کے ساتھ

آندھیوں کی نذر ہوئے تنکے آشیانے کے
طوفان بھی چلے آتے ہیں بہار کے ساتھ

چلا آ رہا ہے غم عشق ازل سے
تڑپتے ہیں بے بس گردش لیل و نہار کے ساتھ

☆☆☆☆

ٹوٹے ہوئے دل میں تو جاگزیں ہو
پھر کیوں میرے پاس تم نہیں ہو

یہی کافی ہے کہ تُو مل جائے
کھانے کو چاہے نان جویں ہو

بسا رکھا ہے تجھے دل میں
دنیا میں چاہے تم کہیں ہو

تُو ملے تو دنیا و آخرت میں قرار ملے
تو ہو اور رہنے کو فردوس بریں ہو

بچھا دوں پھول راہ میں کر دوں چراغاں
تیرے آنے کا گر مجھے ذرا بھی یقیں ہو

بھر جائیں گے دل کے سب زخم
میرے ہاتھ میں گر تیری ساعدِ سیمیں ہو

یہ تمنا ہے کہ تو پاس ہو میرے
اور چہرے پہ تیری زلف عنبریں ہو

ملنے آؤ گے تم ہم سے کب
ایسا نہ ہو کہ وہ دم آخریں ہو

کاش سمائے تیرا عشق من میں یا خدا
تیری درگاہ ہو اور میری جبیں ہو

☆☆☆☆

محبّ محفل میں

ایک دوست

کیا غم ہے تجھے کچھ ہم سے کہہ
یہ راز آج اپنے سینۂ بے دم سے کہہ

بہا درد دل کو آنکھوں سے
کچھ تو چشم پر نم سے کہہ

لب گفتار کو سی لیا کیوں
خوشی سے نہیں تو کچھ غم سے کہہ

محبّ

یاروں کی محفل میں کچھ چھپایا نہیں جاتا
پر کیا کروں کہ حال دل زبان پر لایا نہیں جاتا

اس مرض بے دوا کی کیا دوا کریں گے
سن کر میری داستان آپ کیا کریں گے

تیر کے سینہ میں دکھا نہیں سکتا
اور حال دل لبوں پر آ نہیں سکتا

دوسرا دوست

بیٹھا ہے تو کیوں سر کو جھکا کر
دیکھ تو ان نظاروں کو ذرا مسکرا کر

مائل بہ تغیر نہیں تیری خاک
خو گر وفا ہے تو اب تمنائے جفا کر

نہ گزار یوں چار دن کی زندگی
کوئی دارو کر کوئی دوا کر

ہزار سکھ ہیں آج بھی تیرے منتظر
اٹھ تو ذرا اس غم کو بھلا کر

ہمت ہارنے سے کبھی ملتی نہیں منزل
راہ عمل پہ ہو گامزن شمعٔ امید کو جلا کر

محبّ

دکھ کا بار ہے کچھ اتنا کہ سر اٹھا نہیں سکتا
دل میں ہو اگر غم تو آدمی مسکرا نہیں سکتا

حال بھی ہو گر گزرے کل جیسا تو
اپنے ماضی کو پھر کوئی بھلا نہیں سکتا

سو دیے آس کے ہوئے گل
اب پھر سے کوئی نئ شمع جلا نہیں سکتا

بیدار ہوتی نہیں من میں کوئی اور جستجو
ہزار تمناؤں سے بڑھ کر ہے یہ آرزو

تیسرا دوست

عہدِ شباب میں بڑھاپے کے آثار نظر آتے ہیں
سچ تو یہ ہے کہ آپ بیمار نظر آتے ہیں

کوشاں ہیں سب حصول منزل کے لیے
اس گلشن میں آپ ہی بے زار نظر آتے ہیں

ہارنے والے کے ہاتھ آیا نہ کبھی گل مراد
آدمی چلے تو کئی چراغ تابدار نظر آتے ہیں

مستور ہوں من میں جانے کتنے طوفان
دیکھنے میں تو یہ حضرت بردبار نظر آتے ہیں

مجنوں کا سا حال بنا رکھا ہے
کسی کے عشق میں گرفتار نظر آتے ہیں

در گوہر ہے خاک دست جستجو سے چھانیے تو
راکھ کے ڈھیر میں بھی شرار نظر آتے ہیں

محبّ

عمر بھر ساتھ رہا دکھ و آزار کا
سر اٹھاؤں تو پھر وہی پرستار نظر آتے ہیں

بس اک تصویر نصیب ہے آدمی کی زندگی
راستے اپنے مقدر کے دشوار نظر آتے ہیں

رسم دنیا و تقدیر کے لکھے کے اسیر ہیں ہم
یہ وہ تیر ہیں جو جگر کے پار نظر آتے ہیں

کف افسوس میں آتا نہیں کوئی دیا آس کا
قلعے امیدوں کے سب مسمار نظر آتے ہیں

ہر بازی میں ہوئی ہو جنہیں مات
وہی اس گلشن میں بے زار نظر آتے ہیں

زخمی ہوا جن سے پائے آرزو
ہر راہ میں آج بھی وہی خار نظر آتے ہیں

جلا کر رکھ دیتے ہیں خاشاک انسان کو
راکھ کے ڈھیر میں جو شرار نظر آتے ہیں

اس غم سے جوانی باقی نہیں رہی
زندہ تو ہوں پر زندگانی باقی نہیں رہی

ادھوری رہ گئی میری زندگی کی داستان
سناؤں وہ کیا جو کہانی باقی نہیں رہی

چوتھا دوست

غم جو بھی ہے اسے بھلا دے
ان فکروں کو ہنسی مذاق میں اڑا دے

گر درپیش ہے کوئی معرکۂ جاں گسل
مثل طارق کشتیاں اپنی جلا دے

رہ گئی گر داستان ادھوری تو کیا غم
دل و دماغ سے اسے اب مٹا دے

محبّ

ہنسی مذاق میں اس غم کو بھلایا نہیں جا سکتا
کہ یہ وہ درد ہے جسے دبایا نہیں جا سکتا

خزاں رسیدہ چمن میں تو آ سکتی ہے بہار
جلے ہوئے گلزار میں پھولوں کو کھلایا نہیں جا سکتا

دھبے پوشاک کے تو دھل جاتے ہیں سب
پر دل کے داغوں کو مٹایا نہیں جا سکتا

عمر بھر رہا دست نصیب میں خنجر
بار بار مقدر کو آزمایا نہیں جا سکتا

پانچواں دوست

جو کچھ ہم سے ہوا وہ کریں گے
تیرے خالی دامن کو خوشیوں سے بھریں گے

یہی ہے اوج حبِ ناب گر تو سمجھے تو
ساتھ جئیں گے ساتھ مریں گے

ٹکرا جائیں گے ہر طوفان سے ہر بلا سے
کسی مشکل سے نہ ہم ڈریں گے

محبّ

میرے خالی دامن کو تم خوشیوں سے بھر نہیں سکتے
ہاں اگر خدا چاہے تو پھر ارمان مر نہیں سکتے

جن کے نصیب میں لکھی ہوں مصیبتیں
اُن کے حالات کبھی سنور نہیں سکتے

پہلا دوست

تُو ہی بتا پھر ہم کیا کریں
مرض معلوم ہو تو کوئی دوا کریں

کیا ہم غم گسار نہیں ہم درد نہیں
یا پھر تجھے دوستی ہماری پسند نہیں

جواں چہرے پہ افسردگی اچھی نہیں لگتی
اس عمر میں خاموشی اچھی نہیں لگتی

خود کو نہ اتنا مایوس کر
رحمت الٰہی کو بھی محسوس کر

محبّ سب کی سن کر

سینے میں نہاں غم کو پانے کی جستجو کی ہے
کیا یاد دلا دیا آپ نے کیا آرزو کی ہے

مجبور ہوں کہنے پر کچھ اتنا اصرار کیا ہے
میرے بے چین دل کو اور بے قرار کیا ہے

صدمے دل کے پاؤں پر کھڑے ہو گئے ہیں
زخم سینے کے پھر سے ہرے ہو گئے ہیں

اُسی غم میں مَیں بھی ہوں مبتلا
قیس و کوہکن ہوئے جس میں فنا

گھرا ہوں غم عشق کے طوفان میں
دکھوں کے سوا اور کچھ نہیں دل ویران میں

رہ رہا ہوں یوں تو دنیا کی فضاؤں میں
بھٹک رہا ہوں لیکن دل ویراں کے صحراؤں میں

جو جل ہی نہ سکا وہ دیا ہوں
ترس رہا ہے جو اجالے کو وہ اندھیرا ہوں

بہار آتی نہیں کبھی عشق کے چمن میں
خزاں رہتی ہے سدا اس گلشن میں

ساتھ جینے ساتھ مرنے کی ضرورت نہیں
کہ اس غم سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں

طوفان کی نذر ہو گئی میری مشت غبار
ڈھونڈے کیسے مجھ کو اب میرا یار

زخم عشق کا کوئی مرہم نہیں ہوتا
دوا کے ملنے تک سینے میں دم نہیں ہوتا

ہنسی مذاق سے دلاسوں سے درد کم نہیں ہوتا
خوش رہتا ہے وہ جسے کوئی غم نہیں ہوتا

جسے چاہا اُسی کی محفل نہ ملی
سچے عاشق کو کبھی منزل نہ ملی

نہیں اس کے آنیکی امید پھر بھی انتظار رہتا ہے
نہ جانے کیوں یہ دل میرا بے قرار رہتا ہے

دل تڑپ رہا ہے لیلیٰ کے لیے
جاؤ بلا لاؤ اسے خدا کے لیے

☆☆☆☆

ٹوٹے ہوئے دل نے تجھے صدا دی ہے
کیوں میری کہانی تو نے بھلا دی ہے

نہ دن کو چین ہے نہ رات کو
تیری یادوں نے میری نیند اڑا دی ہے

تجھے چاہا کیا جرم کیا میں نے
کیوں مجھے اتنی سزا دی ہے

رہ گیا ہے بس اب تو یادوں کا اثاثہ
تیری خاطر میں نے دنیا اپنی لٹا دی ہے

☆☆☆☆

آ کہ جان باقی میرے بدن میں نہیں
کیوں تیرا وجود میرے چمن میں نہیں

ملے گی نہ تجھے کہیں ایسی الفت
یہ وہ جوہر ہے جو کسی مخزن میں نہیں

دنیا کے ہر چمن میں ہے بہار
بس اک میرے ہی گلشن میں نہیں

کہیں ندی نالوں کا شور کہیں جانداروں کا شور
دل ویراں سی ویرانی کسی بن میں نہیں

اس قید سے رہائی کی نہیں کوئی امید
روشنی کی اک کرن بھی روزن میں نہیں

راحتیں چار دن کی اور دکھ عمر بھر کے
سدا بہار یہاں کسی کے جیون میں نہیں

اس زمانے میں ہر آدمی ہے پریشان
کون ہے جو الجھن میں نہیں

لاوے سے بھی بڑھ کر ہے جوشِ الفت
یہ وہ شے ہے جو کوہ و دمن میں نہیں

بس اپنی ہی نظر کا ہے قصور
بات ایسی بھی کوئی میرے ساجن میں نہیں

☆☆☆☆

بڑی مشکل میں پڑے ہیں ہم
یہ آج کہاں کھڑے ہیں ہم

ہو کر تیرے غم میں علیل
بسترِ مرگ پہ پڑے ہیں ہم

حاوی ہے تیری یاد مجھ پہ اب تک
گو کہ تیرے خیال سے بہت لڑے ہیں ہم

خلیلؔ پہ نہیں کسی نصیحت کا اثر
تیرے عشق میں چکنے گھڑے ہیں ہم

☆☆☆☆

نہ وہ کسی کو ہنستا ہوا ملے
جسے دل ربا کوئی بے وفا ملے

دیدار یار بس درد ہی دے
ہر ادا سے اک زخم نیا ملے

دست حبیب سے ہوا جو مجروح
اسے زخم جگر کی نہ کوئی دوا ملے

میں تو ہوں بس تیرے خیالوں میں گم
مجھے پھر اس دنیا سے کیا ملے

یونہی بھٹک رہا ہوں جستجوئے یار میں
اس محنت کا مجھے نہ کوئی صلہ ملے

ہر حسین نظر آئے اسے ہرجائی
وفا کے بدلے جسے بس جفا ملے

بہت جاں گسل ہیں جنون عشق کی مشکلیں
اس راہ میں ہر قدم پر راہی کو قضا ملے

ہر پل کی بے کلی و افسردگی
ہر دم بس یہی سزا ملے

دست شفقت نہ ہو جس پر تیرا یا الٰہی
زمانے میں وہ پھر ہر کسی کو بے دست و پا ملے

☆☆☆☆

ہر تدبیر ہوئی بے کار ہر عمل مہمل گیا
لگی ایسی آگ کہ سب کچھ جل گیا

میت اٹھے گی اپنی جانے کب
ارمانوں کا تو آج جنازہ نکل گیا

بھولے سے دی جو تقدیر نے نوید بہار
سر اٹھا بھی نہ پائے کہ موسم بدل گیا

شب فراق ہوئی اپنا مقدر
دن وصل کا تو پل بھر میں ڈھل گیا

☆☆☆☆

تم جانتے ہو یا ہم جانتے ہیں
ہمارا حال زمانے والے بہت کم جانتے ہیں

تیری چاہ میں سکھ اپنے ساتھ کہاں
ہمیں تو بس دو چار غم جانتے ہیں

ملو نہ گر تم تو سمجھتے ہیں اس کو سزا
جو کبھی نظر آؤ تو خدا کا کرم جانتے ہیں

زمانہ سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے اسے جرم
ہم تو اس عشق کو اہم جانتے ہیں

کوئی کچھ کہے ہمیں اس سے کیا
ہم تو آپ کو جان عالم جانتے ہیں

ہونا تھا جو اپنا حال وہ تو ہوا
تیرا حال بھی ہم اے صنم جانتے ہیں

یہ تیرا ملنا پیام اجل ہے یا زیست
کبھی لگتا ہے قضا کبھی جنم جانتے ہیں

☆☆☆☆

یوں تیرا خیال آتا ہے میرے دماغ میں
جیسے آگ لگتی ہے کسی چراغ میں

من کے دریدہ دامن میں خوشیاں کہاں
کتنے ہی داغ ہیں دل کے اک داغ میں

دل چاہتا ہے کہ کہوں خزاں کو الوداع لیکن
بہار آتی ہی نہیں میرے اجڑے ہوئے باغ میں

عذاب ہے یہ فرقت ساقی کہ بن تیرے
شراب زیست باقی نہیں میرے ایاغ میں

یہ انجام جنون عاشقی ہے کہ اب
نہ دل لگے کسی کام میں نہ سکون ملے فراغ میں

ہنگام جہاں سے ہوں بے پرواہ
بس اک تیرا ہی خیال ہے میرے دماغ میں

☆☆☆☆

آنکھ پر نم اور دل جلا ہوتا ہے
پیار کرنے والے کا حال برا ہوتا ہے

زخم عشق کا بھرتا نہیں کبھی
درد اس کا سدا ہوتا ہے

آتی ہے جب تک آدمی کو ہوش
سب کچھ اس دم لٹا ہوتا ہے

بڑا صبر آزما ہے یہ امتحان
وقت بس یہی زندگی میں کڑا ہوتا ہے

ملے نہ منزل تو چین آئے کیوں
ہو وہی جو نصیب میں لکھا ہوتا ہے

کیا گزرتی ہے اس وقت بس وہی جانے
محبّ جب محبوب سے جدا ہوتا ہے

اندوہ فراق کو سمجھ سکے کون
اپنے ہی نصیب سے آدمی خفا ہوتا ہے

☆☆☆☆

دیکھ کر مشکل کو جو ڈر جاتے ہیں
وہ زندگی میں جیتے جی مر جاتے ہیں

جب تک نہ دے درد دل صدا
زبان سے نکلے کلمات بے اثر جاتے ہیں

عمل پیہم سے مٹی کو بھی بنا دیتے ہیں سونا
زندہ دل زندگی میں بہت کچھ کر جاتے ہیں

کبھی خوشی سے آدمی مسکراتا ہے یہاں
کبھی دکھ سے آنکھ میں آنسو بھر جاتے ہیں

یہ عرفان ہوا ہر بازی ہار کر
کہ کیوں جانب صحرا آشفتہ سر جاتے ہیں

یہاں پاتا ہے منزل کوئی ایک
راہ آرزو پہ راہی اکثر جاتے ہیں

نیکی ایک بھی یاد رہتی ہے آدمی کو
اور گناہ ہزاروں بسر جاتے ہیں

گھبراتے نہیں جو نشیب و فراز زیست سے
ہر میدان سے وہ دنیا کے گزر جاتے ہیں

آہ کہ نصیب میں ہو جن کے غرق ہونا
لب ساحل سے بھی وہ جانب بھنور جاتے ہیں

شامل حال ہو جن کے خدا کی رضا
نکل ہر طوفان سے وہ بے خطر جاتے ہیں

تھک کر ہمت ہار جاتے ہیں جو
جل ان کے نصیب کے اختر جاتے ہیں

خاک میں مل کر جو پاتے ہیں منزل
مر کر بھی وہ ہو امر جاتے ہیں

پیش نظر ہو جس کے ہر دم رضائے الٰہی
اس کے بگڑے ہوئے حالات بھی سنور جاتے ہیں

جب من میں کہیں جگہ پاتے نہیں خیال
تو لگتا ہے کہ وسعت افلاک سے باہر جاتے ہیں

☆☆☆☆

تیری چاہت میں دل ویراں تک پہنچے
فصل بہار میں ہم خزاں تک پہنچے

پائی ہو گی تم نے تو کوئی منزل
ذرا یہ تو دیکھو کہ ہم کہاں تک پہنچے

سوچا تھا ہم نے کیا اور پایا کیا
وصل کی آرزو میں غم ہجراں تک پہنچے

لب پہ آئے بس دم بہ دم آہ
نغمہ خوشی کا نہ میری زباں تک پہنچے

بھر جائیں گے دل کے سب زخم
میرا نالہ گر آسماں تک پہنچے

رہتی تھی لبوں پہ ہر دم مسکان
تیری چاہ میں آہ و فغاں تک پہنچے

عمر بیت گئی غم کے صحراؤں میں
اپنا قدم تو اب کسی گلستاں تک پہنچے

ہو جائیں من کے سب چھید رفو
گر ہاتھ سر سے چاک گریباں تک پہنچے

جو بچ گیا عاشقی سے وہی خوش نصیب
کوئی نہ اس عشق ضرر رساں تک پہنچے

انتہائے الفت کہ دیکھ کے تجھے رنجیدہ
اک پل میں قضا رگ جاں تک پہنچے

کھو گیا دل کا قرار چہرے کا نور
شوخ آنکھوں سے دیدۂ گریاں تک پہنچے

☆☆☆☆

نہ جہاں کی خبر نہ آرزوئے ناؤ نوش ہے
مجھے ہے بس تیرا خیال اپنی کہاں ہوش ہے

اس تنہائی میں افسردگی ہو دور بھلا کیونکر
نیند آئے کیوں غم فراق کی آغوش ہے

یہ جدائی نہیں کسی کی مرہون منت
تیرے میرے نصیب کا یہ تو دوش ہے

نہ دل لگے کہیں تم سے جدا ہو کر
نہ من میں اب تمناؤں کا خروش ہے

لب پہ آیا ہے کچھ ایسا نغمہ غم
گیت خوشی کا جس کی لے سے فراموش ہے

زباں سے تو سب کہیں پر کلام خلیلؔ
صدائے دل ہے یا نوائے سروش ہے

☆☆☆☆

عشق میں کچھ حاصل نہ حصول ہے
پھر بھی دیوانوں کو یہ قبول ہے

عبث ہے راہ الفت میں آبلہ پا ہونا
یہ آہیں یہ نالے سب فضول ہے

عشق میں دشت پیمائی کے سوا کچھ نہیں
قیس و کوہکن سے یہ منقول ہے

استفسار کیجیے نہ وضاحت الفت کا
دل نادان کی یہ تو بس اک بھول ہے

زخمی ہو جائے جس سے دست آرزو
ہزار ہا خار لیے یہ وہ پھول ہے

موج بحر دل میں بہے چلے جانا
عاشقوں کا بس اک یہی اصول ہے

ذرا دیکھیے تو عالم الفت کی ستم ظریفی
نہ دوا کارگر نہ نالہ کوئی مقبول ہے

کوئی مجنوں سے پوچھے جنون عشق کی تباہ کاری
نصیب میں جس کے بس صحرا کی دھول ہے

کیا بیان کروں راہ عشق کی مشکلیں
سینکڑوں بلاؤں کا یہ غول ہے

فضول ہے دیوانوں کو نصیحت کرنا اے ناصح
گو کہ تیرا مشورہ نہایت معقول ہے

آج وہ کہا جو کبھی کہہ نہ سکا خلیلؔ
آج کچھ عجب ہی شان نزول ہے

☆☆☆☆

زندگی کی سحر کو شام کر گئی
وہ تیری اک نگاہ میرا کام کر گئی

دے گئی مجھے رات دن کی بے کلی
چین و قرار کو تو نیلام کر گئی

آگ لگا گئی دل و جگر میں
چھین کر قرار بے آرام کر گئی

کتنے اچھے تھے دن بن تجھے دیکھے
کتنے برے یہ ایام کر گئی

رسوا کر کے شہر بھر میں
بس خفت و ملامت میرے نام کر گئی

کروں کیا کہیں چین نہ ملے
میری راتوں کی نیند حرام کر گئی

نکال کر دل و دماغ سے ہر آرزو
تمنائے الفت کو میرا امام کر گئی

چھین کر لبوں سے میرے مسکان
صبح و شام کی آہوں کا اہتمام کر گئی

برباد کر کے مجھے پھر وہ ملی نہ کبھی
ہمیشہ کے لیے جیسے سلام کر گئی

نصیب میں تھی وہ کسی اور کے
مجھے مفت میں بدنام کر گئی

☆☆☆☆

خرمن دل میں الفت کا شرار کیوں آئے
آدمی کو یہ کسی پہ پیار کیوں آئے

آخر کیا بات ہے کہ چھوڑ نہیں سکتا تجھ کو
تیرا تیر نظر ہو کے جگر کے پار کیوں آئے

حسن ہی ہو جب تیرا فتنہ زا
پھر ہمیں اپنے دل پہ اختیار کیوں آئے

تجھ پہ ہے ہستی کا مدار اور تیرا ملنا ہی ہے دشوار
اس بے چین دل کو پھر قرار کیوں آئے

مدہوش ہوا جسے دیا جام تو نے اے ساقی
پی ہو جس نے مے فراق اسے خمار کیوں آئے

تو ہے محمل نشیں پر چل سکوں نہ تیرے ساتھ
نہ ہو نصیب میں تُو تو ہاتھ میں مہار کیوں آئے

نہ کوئی رشتہ نہ ناطہ ہم تم ہیں جدا جدا
پھر یہ تیرا خیال مجھے بار بار کیوں آئے

دکھائی دے چراغ منزل گر فلک ہو مہربان
پائے تمنا کے نیچے پھر ریگ زار کیوں آئے

☆☆☆☆

راہ عشق کے مقتول کو کبھی قاتل نہیں ملتا
یہ وہ بھنور ہے پھنس کے جس میں ساحل نہیں ملتا

بیاباں نشیں ہونا بھی کچھ آسان نہیں
تپتے ہوئے صحرا میں کہیں ظل نہیں ملتا

بھول کر بھی کبھی کیجیے نہ پیار
ڈھونڈے سے بھی پھر دل نہیں ملتا

کچھ مانگتے ہیں خدا سے دعائیں
اور کسی کو مرشد کامل نہیں ملتا

گھر جائے جو بحرِ عشق کے گرداب میں
اس بے چارے کو پھر ساحل نہیں ملتا

دیکھے ہیں یوں تو بہت دیوانے
پر قیس و کوہکن کا کوئی متقابل نہیں ملتا

☆☆☆☆

بھول کر کبھی میری زندگی میں چلے آؤ
نہ کرنا وفا بس دل لگی میں چلے آؤ

میں بھی ہوں نشہ عشق کے خمار میں
تم بھی اسی مستی میں چلے آؤ

ہر خوف ہر اندیشے کو رکھ کر بالائے طاق
اٹھ کر یوں ہی بے خودی میں چلے آؤ

عقل تو رکھتی ہے بہت مانع
تم تو بس دل کی کہی میں چلے آؤ

دیکھو تو کہ ہوں کتنا مضطرب
ہو سکے تو اسی گھڑی میں چلے آؤ

گزر جانا کسی بہانے ، ذرا ٹھہر کر
بس اک بار میری گلی میں چلے آؤ

☆☆☆☆

جذبۂ عشق سمجھنے کے ہر کوئی قابل نہیں ہوتا
چاہے دیجیے دلائل کوئی قائل نہیں ہوتا

درد نہ جائے کبھی اس چوٹ کا
زخم عشق کا کبھی مندمل نہیں ہوتا

چُپ رہنے سے بھی ملتی نہیں منزل
اور تڑپنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا

چھوڑ دی ہو جس نے دنیا کسی کے لیے
خیال یار سے وہ کبھی غافل نہیں ہوتا

کی جس نے محبت ہوئی اس کی تباہی
یہ وہ دکھ ہے جو کبھی زائل نہیں ہوتا

پیام اجل کا دیوانوں پہ کیا اثر
مرنا اِن کے لیے ذرا مشکل نہیں ہوتا

خیر نہیں اس کی چلا جس پہ سحر الفت
یہ وہ جادو ہے جو کبھی باطل نہیں ہوتا

ہر دم جانب منزل رواں رکھے جنون عشق
صحرا ہو یا پربت تنِ قیس وکوہکن مضمحل نہیں ہوتا

مجنوں بھولے سے بھی بیٹھ جائے کسی محفل میں تو
رکنِ محفل تو ہوتا ہے پر جانِ محفل نہیں ہوتا

داؤ پر لگا دیا ہو جس نے اپنا سب کچھ
اُس دیوانے کا تو پھر کوئی مستقبل نہیں ہوتا

☆☆☆☆

زمانے بھر میں ہمیں خوار کیا
اس عشق نے جینا دشوار کیا

قیس و کوہکن ہوئے جس سے کبھی مجروح
وقت نے وہی تیر میرے جگر کے پار کیا

سونا بھی ہوا اپنے پاس آ کر خاک
میرے ہاتھ نے شعلے کو شرار کیا

آج بھی یاد آتا ہے وہ سہانا منظر
میری خاطر جب تو نے بناؤ سنگھار کیا

کس قدر ظلمت شب سے مانوس ہوا دل
دستِ فلک نے میرے نام ہر آزار کیا

تمہیں چاہ کر بھی سکھ نہ پایا
میں نے کیوں تم سے پیار کیا

خاک میں مل گئی اپنی آبرو
تیرے پیار نے رسوا سرِ بازار کیا

راہ دیکھ رہا ہوں آج بھی
زندگی بھر بس انتظار کیا

صلہ نہ ملا کبھی وفا کا
عبث اپنی جان کو ہر کسی پہ نثار کیا

طالع صبر آزما کہ میرے قدم نے
گلستان میں ہر گل کو خار کیا

زندگی میں تھی بس وہی گھڑی سندر
ہم نے تم نے جب الفت کا اقرار کیا

مت پوچھیے ظرف زیست کی وسعت
کاتب تقدیر نے بہت تنگ دائرہ اختیار کیا

مقدر نے کسی کے ہاتھ میں تھمایا کاسۂ گدا
اور کسی کو بِنا کوشش تاجدار کیا

سر تو جھکا دکھوں سے گو کہ تیرا خلیلؔ
پر ان غموں نے تمہیں جادو نگار کیا

☆☆☆☆

گر غم ملے کوئی تو آدمی مغموم کیوں نہ ہو
درد پھر چہرے سے معلوم کیوں نہ ہو

ہو کر بیمار پڑا ہو گر کوئی بستر مرگ پر
آس پاس پھر اُس کے یاروں کا ہجوم کیوں نہ ہو

وقت نزع جب بجھ رہی ہو شمعٔ زیست
خیال یار بھی پھر معدوم کیوں نہ ہو

زمانے بھر میں رسوا ہے جذبۂ عشق
الفت میں پھر آدمی مذموم کیوں نہ ہو

زندگی کے غم سب کو کھا جائیں
چاہے کوئی کتنا ہی معصوم کیوں نہ ہو

چاہا ہے ایک دوسرے کو ہم نے
تیرا نام پھر میرے نام سے موسوم کیوں نہ ہو

گر اٹھا لے تو اپنا دست کرم یا الٰہی
ہر خوشی سے آدمی پھر محروم کیوں نہ ہو

☆☆☆☆

ایک کر دیا تیری چاہ میں زمین آسمان ہم نے
دم توڑ گئیں امیدیں پر چھوڑا نہ میدان ہم نے

کھائی ہیں چوٹیں زمانے بھر کی
اٹھائے ہیں بہت نقصان ہم نے

پایا نہ کہیں بھی سراغ منزل
چھان مارا سارا جہان ہم نے

تھک گئے ہیں حالات سے لڑ لڑ کر
ہر مشکل کو کرنا چاہا آسان ہم نے

ڈال کے سر میں خاک کیا ملا
یوں ہی کیا چاک گریبان ہم نے

تیری چاہ میں بس یوں ہی چل پڑے
دیکھا نہ نفع و نقصان ہم نے

ہوئے ہیں وعدے نبھانے کتنے مشکل
کیے تھے کیوں عہد و پیمان ہم نے

تمنا ہے کہ اب سکھ پائیں تا مرگ
دیے ہیں بہت امتحان ہم نے

دن رات ایک کر کے بھی کیا ملا
بس کیا یوں ہی وقت رائیگاں ہم نے

متاعِ خلیؔل جز اشعار کچھ نہیں
بس اک لکھا ہے یہ دیوان ہم نے

☆☆☆☆

نہ کہیں چین ملے نہ کہیں سکون ملے
روگ وہ لگا کہ بدن میں نہ خون ملے

ہر پل رہوں تیرے خیالوں میں گم
مجھے تو سوچنے کو بس یہی مضمون ملے

ہزار رنج و غم ہیں اور ایک ہم ہیں
اپنی جان کسی خطرے سے بھی نہ مامون ملے

الفت میں ہوئے بس ہم ہی نہیں بے حال
میرے پیار میں تیری بھی عجب جون ملے

دیکھ کر ہمیں ہر کوئی مجنوں کہے
ہم دیکھیں تو اپنا دل مجنون ملے

غمِ ہجراں میں ہے وہ بھی گرفتار
جب بھی اسے دیکھیں محزون ملے

کیوں اداس کرتے ہو اس دیار کو خلیلؔ
تمہیں تو رہنے کو اب کوئی ہامون ملے

☆☆☆☆

روح تڑپ رہی ہے جسم سے نکل جانے کے لیے
دمِ آخر ہے آجاؤ ہمیں بچانے کے لیے

کی لاکھ کوشش پر گیا نہ تیرا خیال
کریں کیا ہم تمھیں بھلانے کے لیے

بجھ رہا ہے اس زیست کا چراغ
چلے آؤ یہ شمع جلانے کے لیے

☆☆☆☆

تیرے میرے نصیب کی یہ تو گھات ہے
کہ ہوئی ختم آج اپنی ملاقات ہے

مانا کہ شبِ وصل ملنی ہے بہت مشکل
پر یاد رکھنا تو اپنے بس کی بات ہے

پیا ہے ہم نے تم نے جو جام عشق
یہ ہی زہر قاتل ہے یہ ہی آب حیات ہے

نہ ولی عصر سے ہے کوئی رسم و راہ
نہ مقبول اپنی کوئی مناجات ہے

دکھ ہو دل شکن تو آنکھ ہو کیوں نہ پرنم
زندگی مثل اندھیری رات ہے

خدا ہی مشکل سے نکالے تو بات بنے
ورنہ آدمی کو ملتی کہاں نجات ہے

☆☆☆☆

پھر اسی اداسی کا غبار چھا گیا
کہاں سے یہ تیرا خیال آ گیا

انجمن میں نصیب ہوئی خلوت مجھ کو
تیرا تصور یوں نگاہوں میں سما گیا

بنایا تھا بڑی مشکل سے حسرتوں کا باغ
لے کر پھول کوئی کانٹوں کو سجا گیا

☆☆☆☆

ابتدائے عشق میں وصل پہ طبع آزمائی ہوتی ہے
انجام نامعلوم کہ بہت کٹھن جدائی ہوتی ہے

کیا بیان کروں راہ عشق کی مشکلیں
ہر قدم پر اک گہری کھائی ہوتی ہے

زخم پہ مرہم رکھنے والا نہیں ملتا
اور آہ و فریاد کی دہائی ہوتی ہے

دین و دنیا کا آدمی نہیں رہتا
بس فکر یار ذہن میں سمائی ہوتی ہے

چھپائے چھپتا نہیں بھلائے بھولتا نہیں
آہ بے اثر اور نہ کوئی دوائی ہوتی ہے

عشق میں ہاتھ آتا نہیں چمن
عشق میں دشت پیمائی ہوتی ہے

غم عشق سے سب جاتی رہتی ہے
جتنی بھی کہ جسم میں توانائی ہوتی ہے

اگر نہیں علم تو جان لے اے نو گرفتار
عشق میں بہت جگ ہنسائی ہوتی ہے

جاتا رہتا ہے احساس آبرو رفتہ رفتہ
بہت آدمی کی رسوائی ہوتی ہے

☆☆☆☆

سوز عشق کا ساز ہے میری آہوں میں
اٹھائے ہیں بہت دکھ پیار کی راہوں میں

کوئی آس نہیں تیرے ملنے کی
بس قضا ہی ہے میری نگاہوں میں

کبھی تم تھے میرے ہم نشین
آج تیرا غم ہے میری بانہوں میں

یا نگاہ دل بینا نہیں یا چراغِ منزل نہیں
یونہی بھٹک رہا ہوں اندھیری راہوں میں

تڑپ رہا ہے بستر مرگ پہ تیرا خلیؔل
دم توڑ رہی ہے زندگی ان کراہوں میں

☆☆☆☆

زبان زد خاص و عام ہوا
کر کے عشق میں بدنام ہوا

تڑپ ملی عمر بھر کی
جینا تو مجھ پہ حرام ہوا

کتنا سکون تھا تیرے ملنے سے پہلے
تجھے چاہ کر یونہی بے آرام ہوا

پوری ہو سکی نہ اپنی آرزو
کیا سوچا تھا اور کیا انجام ہوا

سنتا تھا کہ عشق میں رہے سب نامراد
کر کے پیار میں بھی ناکام ہوا

دکھوں کی قید میں ہوا گرفتار
خوشیوں کے کارواں سے تو سلام ہوا

رسوائی تو ہوئی گو کہ بہت خلیؔل
پر زمانے بھر میں تیرا نام ہوا

☆☆☆☆

نظر آئے نہ جب کوئی امید کی قندیل
ہو آدمی پھر کیوں نہ دکھ میں علیل

باقی نہیں رہتی غم سے چہرے کی شگفتگی
چاہے ہو کوئی کتنا ہی حسین و جمیل

کریں ہم تیرا انتظار قیامت تک
گر ہوں گھڑیاں زندگی کی طویل

اٹھ رہے ہیں قدم آج بھی تیری آرزو میں
میں نے تو کی نہیں اپنی راہ تبدیل

وقت ہوا ختم انتظار کا اے صنم
آ جا کہ گھڑیاں زندگی کی ہیں قلیل

حقیقتوں نے ہلا دی بنیاد رجائیت
اب کہاں رہی وہ اپنی تخئیل

ہوئیں خاک وہ سب تدبیریں وہ سب امیدیں
کی تھی کبھی جن کی ہم نے تشکیل

نہ ہم بھلا سکیں تجھ کو اے دل ربا
اور نہ سنائے کوئی تیرے ملنے کی انجیل

جیتے جی ہمیں مرتے کس نے دیکھا
کون جانے کہ قبر میں لیٹا ہے خلیلؔ

☆☆☆☆

یار تو نہیں لیکن کوچۂ یار نگاہ میں ہے
اثر بس اتنا ہی میری آہ میں ہے

یہ نہ سمجھ کہ بھول گیا تجھ کو
آج بھی تیری تصویر میری نگاہ میں ہے

کیا کیا نہ ہوا ستم ہم پر
دکھ ہزار اس چاہ میں ہے

ہر گام ہے یہاں اک نئی دیوار
میرا قدم تو ابھی ابتدائے راہ میں ہے

ہوئے رسوا چاہت میں کھوئی عزت و ناموس
اپنی آبرو تو اب برگ کاہ میں ہے

سوزِ عشق نے کِیا کیا حال دیوانوں کا
صحرا میں ہے کوئی تو کوئی خانقاہ میں ہے

ہوئے ہم تم جدا کی آخر کیا خطا
راز یہ نہاں جانے کس گناہ میں ہے

لیے پھرتی تھی جو مجھے کو بہ کو
وہ تیری جستجو اب میری کراہ میں ہے

روز جیتا ہوں روز مرتا ہوں پر کون جانے
کہ خلیؔل تو عشق کی قتل گاہ میں ہے

☆☆☆☆

بھولے سے بھی کسی کو پیار نہ ہو
سر پہ آدمی کے یہ بار نہ ہو

کوئی نہ ہو کسی کا منتظر
کسی کو کسی کا انتظار نہ ہو

ترسوں تجھے دیکھنے کے لیے اے صنم
پر نصیب اپنا کہ تیرا دیدار نہ ہو

ہو جائے دنیا ویران مزہ نہ رہے جینے کا
گر چار دن کی زندگی میں بہار نہ ہو

بن چلے ہی ملے کاش سب کو منزل
راہ میں کسی کی کوئی دیوار نہ ہو

کیا فرق رہے جوانی اور پیری میں
گر جوانی آدمی کی داغدار نہ ہو

رہیں سب مرتے دم تک جوان
گر آدمی کو کوئی آزار نہ ہو

سب نشوں سے بڑھ کر ہے نشہ عشق
پھر کیوں اس نشے کا خمار نہ ہو

چھوڑو اس جہان کو ڈھونڈو ایسا چمن خلیلؔ
جہاں گل تو ہوں پر خار نہ ہو

☆☆☆☆

اک لڑکی

راہ پہ نظر جمائے بیٹھی ہے
اک لڑکی میری آس لگائے بیٹھی ہے

بجھے اپنی امیدوں کے تو سب چراغ
جانے وہ کونسی شمع جلائے بیٹھی ہے

ہو کر میرے دکھ میں علیل
زیست کے چراغ بجھائے بیٹھی ہے

میں بھی ہوا خوار زمانے بھر میں
بہت دکھ وہ بھی اٹھائے بیٹھی ہے

چین نہ ملے مجھے تو کسی پل
جانے وہ کس خیال سے دل بہلائے بیٹھی ہے

جلے ہر پل آتش عشق میں
تپشِ الفت میں خود کو جھلسائے بیٹھی ہے

ملو اُسے کسی بھی طرح خلیلؔ
جو تیری الفت دل میں بسائے بیٹھی ہے

☆☆☆☆

میری نظر تو بس تیری ہی منتظر ہے
آجا اے دل ربا کہ اب دم آخر ہے

کیا چوٹ کھائے بیٹھا ہوں وہ کیا جانیں
جو کہتے ہیں کہ بڑا ہی شاطر ہے

زبانِ مقال سے کہنے کی ضرورت نہیں
زبانِ حال سے اے صنم یہ دکھ ظاہر ہے

بس تم ہی تو ہو میرا سب کچھ
میری تو ہر کاوش تیری خاطر ہے

چھوڑیے غم لیلیٰ و ہوسِ مال
کیجیے فکر آخرت کہ آدمی مسافر ہے

بس اک قیس ہی تو نہیں ہوا برباد
خلیلؔ بھی کچھ ایسا ہی خاسر ہے

☆☆☆☆

ہوئے رسوا اب میرے بلانے سے وہ آئیں گے کیا
دریدہ دامن دل ہے سوال کر کے پائیں گے کیا

کیا ہے پاس اپنے کہ کوئی امید رکھے
اس بے سروسامانی میں وہ ہمیں آزمائیں گے کیا

ہم تم تو ستم خوردۂ تقدیر ہیں
زمانے والے ہم پہ ستم ڈھائیں گے کیا

گلہ مجھ سے نہیں گر کبھی ہوئے بھی روبرو تو
جز شکایت زمانہ اور وہ سنائیں گے کیا

☆☆☆☆

تیرے پیار میں غم فراق کا زنداں پایا
بس اسی دکھ کو زیست میں رگ جاں پایا

ان ہی ہاتھوں میں تھے کبھی تیرے ہاتھ
سات پردوں میں جنہیں اب نہاں پایا

کانٹوں میں گزری اپنی تو زندگانی
سکھ ذرا بھی بھلا کہاں پایا

رہتا تھا کبھی وہ ہر پل نظروں کے سامنے
اب جس کا نہ کوئی نشاں پایا

گو کہ ملا تمہیں کچھ نہ خلیلؔ
پر ہو کر شکستہ یہ اک دیواں پایا

☆☆☆☆

شب ظلمت غم عشق کا اک نام ہے
ہوئی نہ کبھی جس کی سحر یہ وہ شام ہے

جہاں گیر ہے دکھ عشق کا
زمانے بھر میں اس کا کہرام ہے

آہ بے اثر و نالۂ نارسا لیے جائیں کہاں
مر بھی نہیں سکتے کہ خودکشی حرام ہے

کیسی لگن لگی ہے یہ کہ چین نہ ملے کہیں
نہ شہر میں نہ دشت و بیابان میں آرام ہے

یہ سوز عشق کا ہی کمال ہے کہ آج
نام خلیلؔ زبان زد خاص و عام ہے

☆☆☆☆

نہاں اپنی تقدیر ہر سعی لاحاصل میں ہے
ہار کر بازی آیا یہ خیال دل میں ہے

بیٹھ رہے تم تو تن بہ تقدیر ہو کر
دیکھا نہ کہ یار کس مشکل میں ہے

جوئے خون ہونے کو ہے رواں آنکھوں سے
آج پھر تیرا خیال دل گھائل میں ہے

نکل کر اس گرداب سے پائیں گے کیا
یہ ہی سب کچھ تو ساحل میں ہے

جانے کیا بنے گا اپنی زندگی کا
جانے کیا اپنے مستقبل میں ہے

غم نہ کر گوہر مقصود کی فرقت کا خلیلؔ
گل فنا اس دنیائے فانی کی ہر منزل میں ہے

سینۂ ویراں سے آئے بس زباں تک
فریاد کب پہنچے ہے آسماں تک

کر کے پریشان یہ ادراکِ زیست
دیکھیے لے جائے ہمیں کہاں تک

اس دنیائے فانی میں کسی مسرت کو دوام نہیں
دور بہار کا اختتام ہے خزاں تک

زندگی بھر کسی درد کی دوا ملتی نہیں
وقتِ مرگ ہر زخم پہنچتا ہے درماں تک

زندگی چار دن کی اور کاوش مراد عمر خضر کی
کوئی پہنچے کیسے پھر منزل کے مکاں تک

راہ چاہیے تھی رواں ہونے کو سو مل گئی
جاتا ہے ہر پارۂ جگر دیدۂ گریاں تک

کچھ ایسا مایوس کیا فلک نے کہ اب
کوئی حسرت آئے نہ کبھی زباں تک

بس لاکھوں سختیاں ہوئیں انسان کا مقدر
سفر کیا جب آدم نے جنت سے اس جہاں تک

دل میں داغِ حسرت و ارمان لیے
پہنچ جاتا ہے آدمی اک دن قبرستان تک

یوں ہی مایوس ہو کر کوئی بیٹھ جاتا نہیں
کوشش تو آدمی کرتا ہے ہو سکے جہاں تک

مرکوز رہتی ہے ہر دم نگاہ صیاد مجھ پر
دسترس ہے بجلیوں کی بس میرے آشیاں تک

کر کے برباد جانے کتنوں کو خلیؔل
آیا ہے یہ سوز میرے دلِ ناداں تک

☆☆☆☆

رہے عمر بھر خالی ہاتھ حساب کیا دیں گے
ملا نہ ہمیں کچھ جواب کیا دیں گے

دنیا میں ہی دی مالک نے ہر سزا
اب روز محشر وہ عذاب کیا دیں گے

زندہ رکھنا ہے کسی صورت فلک نے
دیکھیں دل بہلنے کا وہ اب خواب کیا دیں گے

جان گئے کہ دھوکہ ہے دنیا کی زندگی
صحرائے زیست میں وہ اب سراب کیا دیں گے

بس دیوانِ خلیلؔ ہی ہے سرمایۂ حیات
ہم زمانے کو اور کتاب کیا دیں گے

☆☆☆☆

نہ آج روتے کہ اچھا اپنا مقدر ہوتا
انجام قیس و کوہکن جو پیشِ نظر ہوتا

سنبھل جاتے کسی نہ کسی صورت
ہم کو کوئی اور دکھ اگر ہوتا

نہ چاہتے تم ہم کو اے صنم
نہ آج تار تار یوں جگر ہوتا

نہ دیکھتے تم نگاہ الفت سے
نہ میں آج آشفتہ سر ہوتا

ہم نے تو چاہا کہ ہو رشتہ استوار
فلک ہی نہ چاہتا تو کیونکر ہوتا

کوئی اور دکھ ملتا غم عشق کے سوا
اپنے نصیب میں کوئی اور بھنور ہوتا

آتا کیوں دام عشق میں خلیؔل
تو جو ایسا ہی دیدہ ور ہوتا

☆☆☆☆

کبھی تو پائیں گے مراد گوشِ فلک بہرا نہیں ہو سکتا
مدعا عالم نالہ و فریاد کا عنقا نہیں ہو سکتا

افسوس صد افسوس کہ آج جدا ہیں ہم تم
کبھی سوچتے تھے کے ایسا نہیں ہو سکتا

آج کہتے ہیں کہ مال و زر ہی ہے ہر مشکل کا حل
ہم جو کہتے تھے کے پیسا نہیں ہو سکتا

غم عشق نے کیا جسے آشفتہ سر وہ گیا جیتے جی مر
یہ وہ روگ ہے جس کا مداوا نہیں ہو سکتا

زمانے بھر کو خبر ہے اس محبت کی
سمجھتے تھے کہ یہ راز افشا نہیں ہو سکتا

رنگِ بہاراں ہے حسن والوں کی اداؤں میں
کسی حسین کا تیر نظر کبھی خطا نہیں ہو سکتا

ہر اندھے کو مل سکتی ہے اس کی نظر
پر عشق کا اندھا کبھی بینا نہیں ہو سکتا

دنیا کا ہر مجرم قید سے پا سکتا ہے رہائی
لیکن زندانِ عشق کا اسیر کبھی رہا نہیں ہو سکتا

ہمت ہارنے سے ملی نہ کبھی منزل
پائے جستجو رواں رہے تو کیا نہیں ہو سکتا

خزاں رسیدہ شجر پہ تو آ سکتے ہیں برگ و بار
پر شجرِ آتش رسیدہ کبھی ہرا نہیں ہو سکتا

گوہر خاک میں بھی رہ کر رہتا ہے تاب دار
پر جو ہو کھوٹا سکہ وہ کبھی کھرا نہیں ہو سکتا

جو ہو خود منتظر کرم اس کے ہاتھ میں کہاں تاثیرِ مسیحائی
کف افسوس کبھی ید بیضا نہیں ہو سکتا

کیوں شکوہ کرتے ہو آج نارسائی کا خلیلؔ
تم تو کہتے تھے کہ نالہ کبھی نارسا نہیں ہو سکتا

☆☆☆☆

بیمار کے جذبات

گوہر بھی جو میں ہوتا تو کیا ہوتا
ہر موتی کے مقدر میں نہیں ہوتا گوہر شہوار ہونا

شاید کہ خاک چھاننی پڑے دشت و صحرا کی
مشکل ہے میری دوا کا سرِ بازار ہونا

ہر مہرہ ہوا مات میری بساط کا
اپنے مقدر میں لکھا ہے خوار ہونا

شرمندگی ہے کسی سے دعوئ الفت کرنا
عبث ہے میری جاں کا کسی پہ نثار ہونا

زخم منت کش درماں ہے پر کیا کیجیے
لازم ہے کہ ہر مرہم میں خار ہونا

زندگی اُس کی جو ہو خود مختار
کسی کے نصیب میں نہ ہو بے بس ولاچار ہونا

آہ کہ وہ آئے دل میں آرزوئے الفت لیے
آہ کہ دیکھ کر خود کو میرا شرمسار ہونا

کتنی بڑھ گئی ہے جینے کی تمنا
ستم ڈھا گیا ان کا غم گسار ہونا

چھلنی کر دیں گے سینہ یہ نشتر آمیز خیالات
بہتر ہے کسی کا محرم اسرار ہونا

اب طیش و مسرت میں کبھی آئے نہ مزاج
اب کیا کسی بات کا ناگوار ہونا

☆☆☆☆

کف افسوس ملیں آخر کس کس نقصان پر
ہم تو رہے ہر دم سطح امتحاں پر

بکھر گئے سب تنکے نذرِ طوفان ہوئے
ایسی آندھی آئی میرے آشیاں پر

کیا وقت دکھایا مقدر نے کہ آج نہ جانے
تو کہاں پر اور میں کہاں پر

گلے لگ گئی جیسے تو میرے آ کر
آیا جب بھی تیرا نام میری زباں پر

ہوئے جدا کف افسوس ملنے سے کیا حاصل
بجلی گرے کوئی آ کر آہ و فغاں پر

عمر بھر خزاں سے ہم کنار رہے ہم
تعاقب میں رہی آئی قدموں کے نشاں پر

مجروح تیغ عشق رہتا ہے سدا منت کش درماں
آیا تھا کبھی اپنا سر بھی اس شمشیر براں پر

پائیں گے سختی تیشہ و گرمی صحرا سے بڑھ کر سوز
قیس و کوہکن بھی گر نظر کریں میرے دیواں پر

☆☆☆☆

ہر دم ٹکرائے سر دیوار و در سے
مجروح ہوا جو عشق کے خنجر سے

درماندہ دل ازل سے ہے چارہ جو
طبعِ آزاد گریزاں ہے ہر شب ہجر سے

کوئی انتہائے غم میں لقمہ اجل بنا
جنوں میں کوئی نکل گیا گھر سے

تیغ زماں نے کیا کسی کو مجروح
کسی کو شکایت اپنے ہی نصیب کے اختر سے

کنارے لگ نہ سکی کبھی الفت کی نئیا
نکل سکا نہ دیوانہ کوئی اس بھنور سے

مستور رہے نظر عالم سے ان کے گناہ
مجنوں کو جو فرشتے مارتے تھے پتھر سے

بھولے سے بھی رکھیے نہ کوچۂ الفت میں قدم
ہٹ نہ سکے پھر آدمی اس ڈگر سے

مثل دیمک لگ جاتا ہے وجودِ انسان کو
غمِ عشق کھوکھلا کر دیتا ہے اندر سے

احساس بربادی ہوتا نہیں ہوش آتا ہے تب
پانی گزر جاتا ہے جب سر سے

محبت میں خیال سود و زیاں کہاں
نہ پھر طمعٔ نفع نہ خوف کسی ضرر سے

ملا تمہیں کیا یوں برباد ہو کر
کوئی پوچھے تو خلیؔل آشفتہ سر سے

☆☆☆☆

لنگھ جاندے نیں بھاویں جیہو جیئیاں وادیاں ہون
سٹاں چوکھیاں سجنا جناں کھادیاں ہون

عشق دی راہ چے جیہڑا نصیباں دا مارا ٹر پوے
بھل ونجے اوسکون فر پیر چکے تہ بربادیاں ہون

جوگی ہویا رانجھا ویکھ ویکھ کے ہیر نوں
شالا کسے دی دھی نوں نہ انیاں آزادیاں ہون

پرائی رونقاں دا سَن کے سواد خلیلؔ
بھاویں جگ تے لکھ تے ہزار شادیاں ہون

☆☆☆☆

زمانے بھر کی عاشقی کا پیمانہ بن گیا
قیس جب حسن لیلیٰ کا دیوانہ بن گیا

اُس کے جنوں نے صحرا میں لیا جا کے دم
اور قیامت تک کا اک دل گداز افسانہ بن گیا

کی ایسی وفا کہ ہزار شمعوں کو چھوڑ کر
بس اک شمع کا وہ پروانہ بن گیا

شعر و ادب میں جگہ ملی صحرائے قیس کو
زمانے بھر کے لیے مثال اک ویرانہ بن گیا

وہ دل کی کہی میں ہار کر بھی جیت گیا
عقل وخرد کے اسیروں کے لیے تازیانہ بن گیا

پھر لاکھوں ہوئے اس نشے میں سرشار
الفت کا جہاں میں مے خانہ بن گیا

جان لے کہ اُس کی منزل ہے بس صحرا
کسی دل ربا کی نگاہوں کا جو نشانہ بن گیا

عشق مجازی میں ہوا نہ کوئی اتنا غرقاب
کہ ولیوں کی مانند جس کا آستانہ بن گیا

اُس کے جنون سے نظموں میں پڑی جان
ذکر لیلیٰ سے دلکش ہر ترانہ بن گیا

آج اُس کی لوگ دیتے ہیں مثال
جس کا دشمن کبھی سارا زمانہ بن گیا

رسوا تو ہوئے قیس و لیلیٰ جہاں بھر میں
پر اک جگر گداز قصۂ جاویدانہ بن گیا

☆☆☆☆

میں جو نہیں تو بزم غم بھی نہیں
آ کہ تیرے بیمار میں اب دم بھی نہیں

میں ہوں اور میری تنہائی ہے
کوئی غم گسار کوئی محرم بھی نہیں

منزل پانے کی جستجو بھی ہے دل میں
اور کسی امید کا من میں جنم بھی نہیں

ہر تدبیر ہوئی ناکام ہر کوشش رائیگاں گئی
ملے جس سے گوہرِ مقصود کوئی ایسا طلسم بھی نہیں

☆☆☆☆

تجھ بن خالی خالی سا گھر لگتا ہے
کس امید پہ جیئوں بند ہر در لگتا ہے

حدِ نظر ویرانی سی چھائی ہے
دیکھ کر صورتِ چمن اب ڈر لگتا ہے

بھٹک گیا ہوں راہِ منزل سے
بے مقصد اپنی زندگی کا سفر لگتا ہے

☆☆☆☆

بے چینی بھی ہے دل بے قرار بھی ہے
اور اس پر ستم یہ کہ اُس کا انتظار بھی ہے

جسے دیکھنے کو ترستی ہیں آنکھیں
اُس کی امیدوں کا من میں مزار بھی ہے

وصل میں بے خودی اور جدائی میں پھر تُو ہی تُو
بھاگ کر جاؤں کہاں کہیں کوئی راہِ فرار بھی ہے

کسی بزم کسی محفل میں دل لگتا نہیں
اور ان تنہائیوں سے دل بیزار بھی ہے

☆☆☆☆

دم نیم سوز میں کوئی جستجو نہیں رہی
آہ کہ میری زندگی میں اب تُو نہیں رہی

زندہ ہوں اس طرح کہ زندہ نہیں لگتا
جینے کی جیسے اب آرزو نہیں رہی

مرجھا گیا چمن کا ہر پھول
کسی کلی میں بھی خوشبو نہیں رہی

☆☆☆☆

ہو کر مفلس نگاہ عالم میں اچھا نہیں ہوں میں
مجھے ہے افسوس کہ برا نہیں ہوں میں

آج بھی ہوں جستجوئے منزل میں سرگرداں
ہارا بھی نہیں گر جیتا نہیں ہوں میں

رحم و کرم پہ ہوں تیرے کچھ تو کرم کر
بندہ ہوں یا خدا تیرا خدا نہیں ہوں میں

کہاں دن بہار کے کہاں یہ مفلسی
کون کہتا ہے کہ اُجڑا نہیں ہوں میں

☆☆☆☆

دل سے جو صدا دیتا ہے
بہت کچھ اسے خدا دیتا ہے

وہ راضی ہو تو کیا کہیے
بگڑے ہوئے کام بھی بنا دیتا ہے

یقین کامل سے پھیلائیے دامنِ سوال
لا علاج مرض کہ بھی وہ دوا دیتا ہے

سن میری بھی فریاد یا خدا
ٹوٹا ہوا دل تجھے صدا دیتا ہے

پکارتا ہے دس بار کوئی پکارے گر اک بار
تائب پر ابر رحمت برسا دیتا ہے

☆☆☆☆

بجھ گئیں امیدوں کی شمعیں غم کی اندھیری رات میں
کارگر ہو کوئی تدبیر کیوں کہ تقدیر جو ہے گھات میں

چھوٹی سی زندگی ہے اور غم ہیں کتنے بڑے بڑے
سکون بہت کم ملتا ہے آدمی کو حیات میں

قدم جو اٹھے تو اٹھتے ہی چلے گئے
یہ ہم کہاں پہنچ گئے تیرے خیالات میں

گردشِ بہار و خزاں و گردشِ لیل و نہار
رہ سکتا نہیں کوئی خوش سدا اس کائنات میں

مائل بہ کرم ہو جائے گر خدا تو کیا کہیے
بدل جاتی ہے زندگی بس اک ہی رات میں

☆☆☆☆

زخم جو لگے ہیں وہ بھرتے نہیں اور ہم بھی مرتے نہیں
بجھ گئی ہے امید کی قندیل اور نظر آتی نہیں کوئی سبیل

منزل کی کوئی راہ نہ ملی مجھے اپنی چاہ نہ ملی
میں ہوں اپنے نصیب کا قتیل کہ رہ گئی خالی میری زنبیل

☆☆☆☆

گھرے ہیں ہم تم حالات کے ایسے گرداب میں
نہ مل سکیں سرِ عام نہ مل سکیں حجاب میں

کس گرم جوشی سے کیا تھا ابرِ بہار کا استقبال
معلوم نہ تھا کہ بجلیاں بھی ہوں گی اس سحاب میں

کریں کیا کہ یہ عالم ہے جوانی کا
غم جدائی کا ملے نہ عہدِ شباب میں

چاہے زمانہ رکھے تمہیں ہفت حجاب میں
پاتا ہے خلیلؔ تیری تڑپ ہر نقاب میں

☆☆☆☆

مرنے والے دم قضا جینے کو تیار ہیں
یہاں سب بلائے آرزو میں گرفتار ہیں

اپنے کیے سے کوئی راہ کو بنائے گلزار
اپنے کیے سے ہر قدم پہ کسی کے خار ہیں

برہانِ عقل و خرد ہوئی بے وقعت
ہزار جان سے ارمانِ دل پہ نثار ہیں

دل کو بھاتا ہی رہے گا کوئی نہ کوئی
رنگِ تمنا بہر انسان ہزار ہیں

امید رواں رکھتی ہے کوہ و بیاباں میں بھی
یوں تو راہیں زندگی کی بہت دشوار ہیں

لکھے ہیں نشیب زیست میں ڈوب کر
فرازِ زندگانی میرے اشعار ہیں

☆☆☆☆

یہ وہ حال ہے جو کبھی حال نہ رہے گا
ماضی کا مستقبل میں خیال نہ رہے گا

گرا دیں گے ہر دیوار توڑ دیں گے سب طلسم
حالات کا بنا ہوا کوئی جال نہ رہے گا

پا لیں گے ہم اک دن منزل
کوئی قدم اٹھانا پھر محال نہ رہے گا

☆☆☆☆

میرے آس پاس یاروں کا ہجوم نہیں ہے
کیا دکھ ہے مجھے کسی کو معلوم نہیں ہے

زخم کتنے ہی مجھ ناچار کو لگے ہیں
کسی غم سے بھی دل محروم نہیں ہے

ہر کسی کے دل میں ہے کوئی داغ
کون ہے جو یہاں مغموم نہیں ہے

☆☆☆☆

غم بھی ملا دل شکن اور آہ بھی بے تاثیر پائی
چل نہ سکے جو کہیں پر کند ایسی شمشیر پائی

سمجھے تھے کہ نہاں ہے نظرِ عالم سے اپنا عشق
کھوجا تو زمانے بھر میں تشہیر پائی

ملا غمِ فراق جانے کس گناہ کے سبب
ہم نے جو یہ سزا پائی بے تقصیر پائی

کی لاکھ کوشش پر ہوئی نہ پوری خواہش
نصیب اپنا کہ رائیگاں ہر تدبیر پائی

یہ کھیل ہے قضا و قدر و دار و رسن کا
اٹھایا جب بھی پائے تمنا قدموں میں زنجیر پائی

لکھتا ہے ہر غزل خونِ جگر سے خلیؔل
ہو کر خوار بس اک دل شکن تحریر پائی

☆☆☆☆

دورِ حاضر کا مسلمان

اے دور حاضر کے مسلمان
زن و زمین ہے بس تیرا دھیان

چور ہے دنیا کا سب سے بڑا تو
نہ ناپ تیرا ٹھیک نہ درست تیرا میزان

ہر عیب ہر برائی ہے تجھ میں
تو دنیا میں ہے مشہور بے ایمان

آہ فکر تیری عمیق نہیں
تو مجروح تیغِ تحقیق نہیں

باعث شرم ہیں تیرے اعمال
دیکھ کر تجھے منہ چھپائے شیطان

خواب غفلت میں گرفتار تیرا وجود
نہ تو باد بہار نہ تُو کوئی تیز طوفان

بس پیٹ کی فکر ہے تجھ کو
گزر رہی ہے زندگی تیری مثل حیوان

جستجوئے عناصر کی تشویق نہیں
تو مجروحِ تیغِ تحقیق نہیں

دین بھی کھو دیا ہاتھ سے
رنگِ دنیا سے بھی خالی تیرے ایوان

اُن کی دسترس مریخ و مشتری تک
تجھے بس فکرِ مستقبل و جستجوئے نان

زمانے میں کہیں نہیں آبروئے مسلم
تار تار تیری عزتِ نفس و آن

کوئی مقالہ تیرا دقیق نہیں
تو مجروح تیغ تحقیق نہیں

کھو دی اپنی انفرادیت تو نے
یہود و نصاریٰ میں مشکل تیری پہچان

خونِ مسلم کی جہاں بھر میں ارزانی ہے
کتنی بے قیمت ہے آج تیری جان

جانے کب جاگے گی غیرتِ مسلم
دشمن بھی تیری بے حسی پہ حیران

تو جابر و سینا کا رفیق نہیں
تو مجروح تیغ تحقیق نہیں

تیری ارض پہ ہنگامہ و شورش و فساد
دنیا میں نہیں کہیں بھی تجھے امان

رہی گر تیری یہی روش یہی ڈگر
دنیا سے مٹ جائے گا تیرا نام ونشان

مردہ ضمیر نہ شعور نہ آگہی
نہ دین کی پہچان نہ دنیا کا عرفان

کہیں مستند تیری تصدیق نہیں
تو مجروح تیغ تحقیق نہیں

سزا ہے یہ سب اسلام سے دوری کی
اتباعِ شریعت وسنتِ رسول سے مہجوری کی

خوار نہ ہوتا اس طرح زمانے میں مسلمان
دیکھنی نہ پڑتیں یہ راہیں مجبوری کی

☆☆☆☆

دستِ عمل میں جس کے اوجِ تقدیر کا دیا ہو
اُس کا کھوٹا بھی یہاں خاطر مقدر کھرا ہو

دن اچھے ہوں تو کیا کہنے
ڈالیے خاک میں ہاتھ تو سونا ہو

اس جہانِ رنگ و بو میں آ کر
کون ہے جو نہ مشکل میں پڑا ہو

کوئی کرتا ہے عیش زندگی بھر
کسی کے نصیب میں عمر بھر کا رونا ہو

چھوڑیے اپنی ذات کیجیے ایسا کام
ساری خلقت کا جس سے بھلا ہو

☆☆☆☆

اب سکون ملا ہے کہیں جا کر
تجھے پا کر گلے سے لگا کر

کتنے حسین ہو جاتے ہیں یہ لمحے اے صنم
تیری بانہوں میں ہر فکر ہر غم کو بھلا کر

بھولا تجھے نہ ہم تم کو کبھی
رکھا تھا تیری یاد کو دل میں بسا کر

دور نہ ہونا اب کبھی نگاہ سے
پایا ہے تم کو بہت دکھ اٹھا کر

ہر حال میں رہا تیری تلاش میں سرگرداں
پائی منزل راہ کی ہر دیوار گرا کر

کتنا تڑپا ہے تمہارے لیے دل
کتنا سکون مل رہا ہے تمہیں بتا کر

خیال رکھنا میرا زندگی بھر
یونہی دیکھنا میری طرف مسکرا کر

اک نئ امنگ سے چلے پھر جانبِ منزل
قفسِ یاس میں قید ہر طائر امید کو اڑا کر

☆☆☆☆

اے نو گرفتارِ محبت کے افسانوں پہ نہ جا
لٹ گئے جو راہِ عشق میں اُن دیوانوں پہ نہ جا

بدل گئے ہیں زندگی کے تقاضے اس دور میں
اس زمانے میں گزرے ہوئے زمانوں پہ نہ جا

بھروسہ خاک پر کر ہوا پر نہ کر
زمین پر رہ آسمانوں پہ نہ جا

چار دن کی زندگی ہے ہر چیز ہے فانی
سنوارتے ہیں جو چمن کو اُن باغبانوں پہ نہ جا

اپنا فرشتوں کے سے طور و اطوار
میں تو کہتا ہوں کہ انسانوں پہ نہ جا

جلا اپنے دل کا دیا عقل کی آگ سے
شمع کی آگ میں جلنے والے پروانوں پہ نہ جا

لطف جو بندگی میں ہے نافرمانی میں نہیں
خدا کے دھتکارے ہوئے شیطانوں پہ نہ جا

مرشد کامل تلاش کر گر نہیں تو مومن
نام نہاد ولیوں کے آستانوں پہ نہ جا

ایسا نہ ہو کہ جھونکا جائے تو نارِ جہنم میں
اپنے دل کے ان خوش رنگ ارمانوں پہ نہ جا

پیش نظر رکھ شرابِ طہور و حوضِ کوثر
بادۂ قاطعِ حواس کے لبریز پیمانوں پہ نہ جا

انسان اشرف المخلوقات بنا مقصد حیات پا کر
بے مقصد جن کا سفر ہے اُن حیوانوں پہ نہ جا

کیا ملا قیس و کوہکن کو بھلا برباد ہو کر
ماضی کی ان عبرت انگیز داستانوں پہ نہ جا

دم مرگ جائیں گے سب خالی ہاتھ یہاں سے
زمین کے خفتہ و ظاہر خزانوں پہ نہ جا

☆☆☆☆

تمہیں چاہتا ہوں میرا انتظار ہو تم
اس بے چین دل کا قرار ہو تم

ساتھ دینا مقدور بھر کھلا رکھنا اپنا در
میری جیت ہو تم میری ہار ہو تم

قدم اُٹھ گئے اب جو ہو سو ہو
کنارے کی تمنا نہیں گر منجھدار ہو تم

من میں جل رہی ہے آتشِ عشق
چھایا ہے جو دل پہ وہ غبار ہو تم

چین نہ ملے کہیں تجھ بن
انتظار ہے جس کا وہ بہار ہو تم

رسوا ہوئے ہو میرے ہی پیار میں
اب مجھے ہی سزاوار ہو تم

☆☆☆☆

آج بھی تاب دار ہیں یادوں کے چراغ
کھو دیا ہم نے گو کہ تیرا سراغ

نہ بھولا ہوں نہ بھولوں گا تجھے اے صنم
مجھ کو نہیں تیرے خیال سے فراغ

دم توڑ گئی ہر آرزو ہر امید
مٹ کر حسرتوں نے دل پر چھوڑ دیا داغ

بھنور میں کنارے جیسی فراغت کہاں
نہیں ہے خیالات میں کھویا ہوا دماغ

پھول تو ہیں پر خوشبو نہیں ہے
یوں تو لگتا ہے بہت سجا ہوا باغ

☆☆☆☆

اپنی حسرتیں اپنے خیال چھوڑ جاتے ہیں
ناکام لوگ بھی اپنی مثال چھوڑ جاتے ہیں

کسے ملا آبِ حیات بسر نہ ہو تا قیامت حیات
آدمی چاہے نہ چھوڑے ماہ و سال چھوڑ جاتے ہیں

عاشق چھوڑتے نہیں راہِ منزل ناکام ہو کر بھی
ناکامی ہو جس میں شاطر وہ چال چھوڑ جاتے ہیں

طوفان تیز میں پاؤں جمانے دشوار
مشکل میں سب پائے استقلال چھوڑ جاتے ہیں

جدا تو ہو جاتے ہیں جدا ہونے والے
پر اپنا دکھ اپنا رنج و ملال چھوڑ جاتے ہیں

بادشاہ ہو یا ہو کوئی محتاج فقیر
سب یہاں اپنا زر اپنا مال چھوڑ جاتے ہیں

☆☆☆☆

صورت تیری تو بہت حسیں ہے
مگر شاید میرے نصیب میں تو نہیں ہے

آتا ہے جب بھی تیرا خیال
لگتا ہے کہ جیسے تو یہیں کہیں ہے

کانٹوں کی پرواہ نہ کر اے حسرتِ دل
یہ پھول بہت دل نشیں ہے

رحم و کرم پہ ہوں تیرے یا خدا
تیری درگاہ ہے اور میری جبیں ہے

☆☆☆☆

پار جو دل کے ہوا وہ تیر ہے تو
میرا پیار ہے تو میری ہیر ہے تو

میں بھی ہوں تیری الفت میں سرشار
گر میرے عشق میں اسیر ہے تو

ہو کر زخمی پڑا ہوں بستر مرگ پر
گھائل جس نے کیا وہ شمشیر ہے تو

جا نہ سکوں توڑ کر کہیں بھی
میرے قدموں کی ایسی زنجیر ہے تو

☆☆☆☆

لب پہ اُس کے پھر نالہ و فریاد رہے
جس کے دل میں کسی کی الفت آباد رہے

بھرے ہر دم وہ بدنصیب پھر آہ
روح اُس کی ہر پل ناشاد رہے

فدا ہو گیا جو کسی حسینہ کی اداؤں پر
عالم رنج و غم میں اُس کا وجود پرساد رہے

عمر بھر کا رونا اس کا مقدر
زندگی بھر بس وہ پھر برباد رہے

ہمدرد نہ ملے کوئی نہ کوئی غم گسار
ہر اک کے دل میں پھر عناد رہے

مطمعٔ نظر ہوجب بس دیدارِ یار
وجودِ انسان پہ پھر کوئی نہ کوئی افتاد رہے

☆☆☆☆

حالت مسلم

ہو کر بے عمل ہوئے مایوس مستقبل سے
ہر دل میں اک امید بے نام سی ہے

اُن کی رات بھی ہے مانند سحر
اپنی صبح بھی شام سی ہے

فکر دنیا ہے کتنے عروج پر
فکرِ آخرت تو خام سی ہے

نہ ظاہر میں سکون نہ باطن میں
روحِ مسلم بے آرام سی ہے

روندی جا رہی ہے جا بہ جا غیرتِ مسلم
یہ وہ بوٹی ہے جو عام سی ہے

☆☆☆☆

تقدیر نے کی کچھ ایسی بے وفائی ہے
کہ ہوئی ہم میں تم میں جدائی ہے

اٹھایا ہے جو ہم نے غمِ فرقت کا بوجھ
یہ وہ پربت ہے جو دیکھنے میں رائی ہے

جلتی رہے گی سدا بجھے گی نہ کبھی
آگ دل میں تم نے ایسی لگائی ہے

☆☆☆☆

ہم میں تم میں فرقت کا حجاب ہو گیا
وہ تیرا ملنا اب اک خواب ہو گیا

گھڑیاں وصل کی تھیں بہت مختصر
چار دن بھی نہ گزرے تھے کہ حساب ہو گیا

اک ہی طوفان سے اجڑ کے رہ گیا
میرا چمن بس یوں ہی خراب ہو گیا

جستجو ہے جس کی تجھے اے خلیلؔ
وہ موتی تو اب نایاب ہو گیا

☆☆☆☆

جو چل گیا مجھ پہ وہ جادو ہو
تم ہی میری چاہت تم ہی میری آرزو ہو

بس گئی ہے جو دل میں وہ خوشی ہو
جو بہتا ہے آنکھ سے وہ آنسو ہو

مجھ کو نہیں اب اپنا خیال
تم ہی میری جان تم ہی میری آبرو ہو

حالِ دل اپنا سناؤں تیرا سنوں
کبھی جو تو میرے روبرو ہو

چلا آ رہا ہوں تیری راہ پر
تمہی میری منزل تمہی میری جستجو ہو

کلی ہے تو میرے دل کے چمن کی
مہک رہی ہے جو سانسوں میں وہ خوشبو ہو

☆☆☆☆

جب ہم تم یوں ہی جدا رہیں گے
تو پھر دل کے زخم بھلا کیا بھریں گے

تڑپتے رہیں گے یوں ہی کب تک
کب تک آتشِ غم فراق میں جلیں گے

☆☆☆☆

کیبل اور تجزیے

اُن لوگوں کے لیے یہ میرا پیغام ہے
ٹی وی کے نام جن کی ہر صبح و شام ہے

نام نہاد تجزیے سننے دیکھنے سے انقلاب آتا نہیں
بس آہ بھرنے سے کوئی ظالم جاتا نہیں

کمر کس کر میدانِ عمل میں مردانہ وار نکلو
دیکھو پھر کیسے فرعون سر جھکاتا نہیں

ورنہ اندھیری رات میں بیٹھے رہو گے اور کہو گے
صبح نو کا سورج چہرہ دکھاتا نہیں

یہ بے حسی لے ڈوبی ہے سب کو
خدا بھی سوئی ہوئی قوم کو جگاتا نہیں

☆☆☆☆

نہ کسی کی فکر ہے اور نہ اپنا خیال ہے
غم کا یہ وہ سال ہے جس میں جینا بھی محال ہے

بیکراں وسعتوں میں کہیں پناہ نہیں جہاں بھی جایئے
ہر جانب پھیلا ہوا صیادِ مقدر کا جال ہے

بھلا کیوں ہو کوئی دعا قبول کوئی دکھ دور
بدنصیبی کے سامنے میری آہوں کی کیا مجال ہے

☆☆☆☆

دروغ گوئی سے آدمی کو رہائی نہیں ملتی
اب دنیا میں کہیں سچائی نہیں ملتی

اس زمانے میں ہر مرض ہے لا علاج
کسی مرض کی بھی یہاں دوائی نہیں ملتی

نظر آتی ہے ہر طرف برائی ہی برائی
اب تو ڈھونڈے سے بھی اچھائی نہیں ملتی

ہر کسی کے دل پہ ہے تمنا کا راج
آرزو کی غلامی سے رہائی نہیں ملتی

اب چہروں پہ وہ شگفتگی کہاں خلیلؔ
افسردگی تو ملتی پر رعنائی نہیں ملتی

☆☆☆☆

سکون تو بہت ملا نیند میں خواب بہار دیکھ کر
پر دل ٹوٹ گیا راہ منزل میں نئ دیوار دیکھ کر

یہاں کاوش پیہم سے بھی ہاتھ آتا نہیں گل مراد
آدمی کہاں جائے منزل مقصود پہ خار دیکھ کر

جستجوئے دل کے لیے کسی نے زندگی کر دی وقف
اورکوئی بھاگ گیا آغاز راہ سے عمر بھر کا آزار دیکھ کر

نکال لیں گے کوئی راہ کہ ہر انداز سے ہوئے آگاہ
یوں شمشیر صیاد مقدر کے صدہا وار دیکھ کر

ڈٹا رہوں گا ہر مشکل میں جب تک دم ہے
ہار جائے گا نصیب کا شکاری یہ استقرار دیکھ کر

جب ہاتھ ڈالا تو راکھ کے سوا کچھ نہ ملا
بڑے شوق سے بڑھے تھے ہم امید کا شرار دیکھ کر

اسی خاک میں پا لیں گے اک دن گوہر مقصود
اب جی گھبراتا نہیں یہ گرد و غبار دیکھ کر

جان کی بازی بھی لگانی پڑی تو لگا دوں گا
پیچھے ہٹ سکتا نہیں میں اب شکار دیکھ کر

کوئی دن ایسا بھی آیا خلیؔل جب تم نے
کف افسوس ملے نہ ہوں اپنی حالت زار دیکھ کر

☆☆☆☆

رہے گا نہ کوئی فکر نہ غم دم آخریں
مل جائے گا ہر زخم کا مرہم دم آخریں

مسکرا کر ہر مشکل سے گزر گئے ہم
رہے گا نہ یہ دم خم دم آخریں

گیت خوشی کا رہے گا نہ نغمہ غم
ہو گا کوئی خوش نہ برہم دم آخریں

کب تک رہیں گے ان مشکلوں میں مبتلا
دور ہو جائیں گے سب غم دم آخریں

بھٹکتے رہیں گے کب تک انجان راہوں پر
ختم ہو جائیں گے سب پیچ وخم دم آخریں

ہو جائیں گے دور زندگی بھر کے دکھ
رہے گی نہ یہ آنکھ پرنم دم آخریں

ٹوٹ جائے گا سلسلہ یہ گناہوں کا
کریں گے کیا فرشتے رقم دم آخریں

دوست وہی جو دکھ درد میں شریک
چاہے کرے کوئی ماتم دمِ آخریں

مر کر بھی زندہ رہے گا ہمارا نام
لیں گے ہم اک نیا جنم دمِ آخریں

گو کہ ابھی کسی کو پرواہ نہیں تمہاری خلیؔل
پر روئے گا یہ سارا عالم دمِ آخریں

☆☆☆☆

رہے گا نہ اک دن خمارِ زندگی
جانے کب ٹوٹ جائے تارِ زندگی

چلے آؤ صنم کہ زیست کی چند گھڑیوں میں
دیکھ لیں ہم تم بھی کچھ بہارِ زندگی

اجل ہے بس اک جھونکا ہوا کا
جانے کب بجھ جائے شرارِ زندگی

اُٹھ ہی جائے گی اک نہ اک دن اپنی میّت
کب تک لیے پھریں گے یوں ہی آزارِ زندگی

کب تک سہیں گے یہ آزارِ جاں گسل
جانے کب ڈال دیں ہتھیارِ زندگی

ہر نفس کو چکھنا ہے ذائقہ موت
جانے کب گر جائے دیوارِ زندگی

نہیں کوئی تمنا جز زندگی خلیلؔ
بستر مرگ پہ ہے موجزن بس انتظارِ زندگی

☆☆☆☆

اضطراب میری خاک کا ہے آفاق گیر
پر نظر آتی نہیں کوئی امید کی تصویر

☆☆☆☆

میرے افکار

آدمی فلم، ڈرامہ یا قصے کہانیاں اس وقت تک دیکھتا یا پڑھتا ہے جب تک کے زندگی خوشحالی اور سکون میں بسر ہو۔لیکن جب برا وقت آجائے اور حالات کی ٹھوکریں پڑنے لگیں تو پھر کسی فلم، ڈرامہ یا قصے کہانی میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ زندگی بذاتِ خود اک کہانی بن کر رہ جاتی ہے

☆☆☆☆

انسان کبھی تو ایک دم سے ہی آسمان سے زمین پہ آ رہتا ہے اور کبھی بتدریج گرتا چلا جاتا ہے اور جب وہ گر جاتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اب اٹھنا محال ہے۔ پھر اگر وہ ہمت کر کے کسی طرح سے اٹھ جائے تو دوبارہ مشکل سے ہی گرتا ہے لیکن اگر نہ اٹھ سکے تو پستیاں زندگی بھر کے لیے اس کا مقدر بن کر رہ جاتی ہیں۔۔

☆☆☆☆

ہم پر حاوی جذبہ ہی ہمارا فیصلہ ہوتا ہے۔ جب کوئی نیا جذبہ ابھرتا ہے تو اُس کے ابھرتے ہی فیصلہ بھی بدل جاتا ہے۔ فیصلے اور ارادے پر جذبات کا بہت اثر ہے۔

جب ہم جذبے کی تہذیب کر لیتے ہیں تو اسے ارادے کا نام دے دیتے ہیں لیکن اس ارادے کے پس منظر میں وہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

بھلا درخت سے جھڑے ہوئے اُس پتے کی کیا منزل ہو گی جسے ہوا کبھی ادھر لے جائے کبھی ادھر۔ اُس کی منزل تو وہی تھی جہاں سے ٹوٹ کر وہ گرا تھا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب اس پتے میں ہوا کا ساتھ دینے کی تاب بھی نہیں رہتی۔ وہ اتنا خستہ ہو جاتا ہے کہ ایک معمولی سا جھونکا اُس کے ذرے ذرے کر کے رکھ دیتا ہے۔

لیکن آدمی مرجھائے ہوئے پتے کی طرح بے جان تو نہیں ہے۔ وہ دل و دماغ رکھتا ہے۔ آدمی اگر بے جان ہوتا تو اسے مشکلات کی بھی پرواہ نہ ہوتی۔ بس اتنی ہی کسک اسے بھی محسوس ہوتی جو پتے کو ٹوٹ کر گرنے میں ہوئی تھی۔ لیکن آدمی جتنا مصائب کا شکار ہوتا چلا جاتا ہے اتنا ہی اس کی کسک میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر وہ کسک بس اک روگ بن کر رہ جاتی ہے۔

☆☆☆☆

جب منزل کو پانے کی کوئی راہ سجھائی نہ دے تو پھر بعض اوقات اندھے فیصلوں کا سہارا لینا پڑتا ہے اور دل کی بات ماننی پڑتی ہے۔ پھر یا تو ایسے فیصلے منزل تک پہنچا دیتے ہیں یا پھر ایسی اندھیری کوٹھڑی میں دھکیل دیتے ہیں جہاں سے نکلنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔

یوں تو کسی بھی بوجھ تلے دب کر جینا دشوار ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض بوجھ ایسے ہوتے ہیں جو اتارنے کو دل نہیں کرتا اور اگر کسی طرح سے وہ اتر جائیں تو زندگی بذاتِ خود اک بوجھ بن کر رہ جاتی ہے۔

☆☆☆☆

انسان خود سے تجربات نہیں کرتا بلکہ وہ پہلے سے ہی قسمت میں لکھے ہوتے ہیں جن سے خود ہمیں گزرنا پڑتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی تجربہ ہماری مرضی کے مطابق ہو جائے اور ہم یہ کہتے پھریں کہ یہ کارنامہ ہم نے کیا ہے۔

☆☆☆☆

انسان ایک ایسا سمندر ہے جس کی لہر سوچ ہے اور ضمیر کی بیداری اُس کا طوفان ہے۔ جس کی گہرائی دل کی گہرائی ہے۔ وسعت جس کی وسعت نظر ہے اور اس کا چھپا ہوا خزانہ قوت ارادی ہے۔

☆☆☆☆

دل کا رشتہ اور اعتماد

دل کا رشتہ اگر اتفاق سے کسی سے قائم ہو جائے تو پھر اتنی آسانی سے نہیں ٹوٹتا چاہے کوئی توڑنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے۔ پھر ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ آدمی خود بھی چاہے تو اس رشتے کو ختم نہیں کر سکتا۔ وہ اُس سے خود کہ کہیں آگے پاتا ہے جتنے قدم کہ وہ پیچھے اٹھا چکا ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ ناطہ ٹوٹنے پر آئے تو محض ریت کی دیوار ثابت ہوتا ہے۔ آخر کیوں۔ اس لیے کہ اعتماد نہیں رہتا اور جب اعتماد نہ رہے تو پھر سب کچھ ایسے بکھرتا ہے کہ اُسے سمیٹنا خود آدمی کے اپنے بس میں بھی نہیں رہتا۔

☆☆☆☆

انسان اور خواب

وہ خواب جو انسان سوتے میں دیکھتا ہے اگر پورے نہ ہوں تو ذرا بھی ملال نہیں ہوتا کیونکہ آدمی سوچتا ہے کہ وہ تو بس اک خواب ہی تھا بھلا حقیقت کیوں ہونے لگا۔
لیکن وہ خواب جو ہم عالم بیداری میں یا چلتے پھرتے دیکھتے ہیں اگر پورے نہ ہوں تو حقیقتاً دل ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے کہ ان کا تعلق ممکنات کی زنجیر سے جڑا ہوتا ہے جب یہ زنجیر ٹوٹتی ہے تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے زمین و آسمان کی بھی کوئی بنیاد نہیں پھر خود اپنی ہستی ہی اک خیال اک

خواب معلوم ہوتی ہے اور پھر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ خواب تو بس مقدر ہی سے پورے ہوتے ہیں۔

یہ وہ دنیا ہے کہ یہاں

ہر محنت بھی رنگ لاتی نہیں
امید کی ہر شمع بھی سدا جگمگاتی نہیں
ہر کوشش بھی کامیابی کی راہ دکھاتی نہیں
ہر تدبیر بھی کارگر ہو جاتی نہیں
ہر راہ بھی منزل مقصود تک پہنچاتی نہیں
ہر دوا بھی اپنے اثر سے جام صحت پلاتی نہیں
ہر کمان بھی تیر کو نشانے پر لگاتی نہیں
ہر دعا بھی قبول ہو کر نجات دلاتی نہیں

☆☆☆☆

اگر انسان کسی طوفان میں گھر جائے تو اسے چاہیے کہ پھر صبر و تحمل سے حالات کے دھارے پر بہتا رہے۔ واویلا کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اُن خوفناک لہروں کا جم کر مقابلہ کرتا رہے جو اُسے صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے بار بار آتی ہیں۔

استقامت سے امید کی اُس کشتی کی تلاش میں رہے جو ساحل تک پہنچا دے جہاں اُسے سلامت دیکھ کر وقت کی ہر طوفانی لہر شرمندہ ہو جائے۔

☆☆☆☆

میری کچھ تصاویر

My picture in Kino Garden

گھر کے لان میں میری ایک تصویر